ہفت روزہ

خدام الدین (لاہور)

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۴ فروری ۱۹۵۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

اَحادیث الرسول صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰی عِنْدَ رَبِّہِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِیْ خَلَقَکَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ وَنَفَخَ فِیْکَ مِنْ رُّوْحِہٖ وَاَسْجَدَ لَکَ مَلٰٓئِکَتَہٗ وَاَسْکَنَکَ فِیْ جَنَّتِہٖ ثُمَّ اَھْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِیْئَتِکَ اِلَی الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَی الَّذِی اصْطَفَاکَ اللّٰہُ بِرِسَالَتِہٖ وَبِکَلَامِہٖ وَاَعْطَاکَ الْاَلْوَاحَ فِیْھَا تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ وَقَرَّبَکَ نَجِیًّا فَبِکَمْ وَجَدْتَ اللّٰہَ کَتَبَ التَّوْرَاۃَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا قَالَ اٰدَمُ فَھَلْ وَجَدْتَ فِیْھَا وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیَّ اَنْ اَعْمَلَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ بِاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی (رواہ مسلم)

ترجمہ:- ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمؑ اور موسیٰؑ نے (عالم ارواح میں) اپنے رب کے سامنے جھگڑا چھیڑا اور آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کر لیا۔ موسےؑ نے (آدمؑ سے) کہا تم وہی آدمؑ ہو جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ اپنی روح تمہارے اندر پھونکی تھی۔ ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا تھا اور جنت میں تم کو رکھا تھا۔ پھر تم نے اپنے گناہوں کی بدولت لوگوں کو زمین پر اتار دیا۔ آدمؑ نے کہا اور تم وہی موسےؑ ہو۔ جن کو خدا نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا تھا۔ اپنے کلام سے نوازا تھا اور تم کو (وہ) تختیاں دی تھیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا۔ پھر تم کو خدا نے سرگوشی کی عزت بخشی تھی۔ پس تم نے تورات کو میرے پیدا ہونے سے کتنی مدت پہلے لکھا ہوا پایا تھا۔ موسےؑ نے کہا۔ تورات تمہارے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ آدمؑ نے پوچھا کیا تم نے تورات میں یہ الفاظ بھی دیکھے تھے۔ وعصیٰ ادم الخ یعنی آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بہک گیا۔ موسیٰؑ نے کہا ہاں (یہ الفاظ تورات میں موجود تھے) آدمؑ نے کہا۔ پھر تم مجھ کو ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہو۔ جس کے کرنے پر میں خدا کے لکھنے سے مجبور تھا۔ اور خدا نے میرے پیدا کرنے سے چالیس برس پہلے اس کو لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس طرح آدمؑ نے موسیٰؑ پر غلبہ حاصل کر لیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِکُمْ یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَۃً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ عَمَلَہٗ وَاَجَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْہِ الرُّوْحُ فَوَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُھَا وَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیَدْخُلُھَا (متفق علیہ)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے ہیں۔ اور جو سچے کیے گئے ہیں ہم سے یہ بیان کیا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش (کی صورت) یہ ہے۔ کہ چالیس دن نطفہ کو پیٹ کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پھر (یہ نطفہ) جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو کر چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد خداوند تعالےٰ اس مضغہ کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ جو (اس کی لوح تقدیر پر) اس کے اعمال موت کا وقت ذریعہ رزق اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے۔ پھر (اس مضغہ میں) روح پھونکی جاتی ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے سے کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ کہ اس کا نوشتۂ تقدیر اس پر غالب آتا ہے اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور (اسی طرح) تم میں سے کوئی شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ کہ اس کا نوشتۂ تقدیر اس پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے

ہماری نئی ایجنسیاں

۱ - حاصل پور منڈی (بہاولپور) میاں شمس الدین صاحب ایجنٹ اخبارات و رسائل

۲ - احمد پور شرقیہ (بہاولپور) میاں محمد سلیمان صاحب دکان ۹۶ مچھلی بازار

۳ - خان پور (بہاولپور) چوہدری امانت علی بی اے۔ اینڈ سنز ریلوے بک سٹال۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۲۴ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء | شمارہ ۴

ہندوستان کشمیر کے آئینہ میں!

جب سے کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ رہا ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک ایک کرکے ہندوستان کے اُن تمام اعتراضات کا جواب دے دیا ہے۔ جو ہندوستان حفاظتی کونسل اور دُنیا کے تمام ممالک کے سامنے پاکستان کے متعلق پیش کرتا رہا ہے۔ شیخ عبداللہ نے حقائق اور دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان کشمیری عوام کی خواہشات کو پس پُشت ڈال کر کشمیر پر فوج اور عوام دشمن عناصر کی مدد سے قبضہ کئے ہوئے ہے۔ انہوں نے بارہا بھارتی وزیر اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے ایمان انصاف اور اخلاق کا واسطہ دے کر کہا ہے کہ آپ کے وُہ وعدے کیا ہوئے۔ جن میں آپ کشمیریوں کو حق خود اختیاری دینے کا عہد کیا کرتے تھے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ شیخ محمد عبداللہ نے ایک بات ببانگ دہل کہی ہے۔ اور وُہ یہ ہے کہ ہندوستان قانونی عدالت میں ان کا قصُور ثابت کرے۔ جس کی پاداش میں انہیں ۴ سال ۴ ماہ تک جیل میں رکھا گیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اگر ان کا قصُور ۲۵ فی صدی تک بھی ثابت ہو جائے تو وہ بھارت کے ۳۵ کروڑ باشندوں سے ۳۵ کروڑ دفعہ معافی مانگنے کو تیار ہیں۔ اور اگر جرم ثابت نہ ہو سکے تو بھارت کی حکومت اور اُن کے کشمیری آلۂ کار ان سے معافی مانگیں۔

اخبار بین حضرات جانتے ہیں۔ کہ آج کل ہندوستان کی حکومت اور پریس شیخ عبداللہ کے بیانات سُنکر بغلیں جھانک رہے ہیں اور اُنہیں کوئی بات کہے بغیر نہیں بنتی۔ شیخ عبداللہ قدرتی طور پر عالمی آرا کی تصویر ہیں۔ مسٹر مینن نے ایک تقریر میں سورج کو چراغ دکھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کل کے شیخ عبداللہ کے دوست پنڈت نہرو مجرمانہ خاموشی سادھے ہوئے ہیں۔ البتہ فرقہ پرست پریس یونہی ان پہ الزامات لگا رہا ہے۔ اور دوبارہ گرفتاری کے لئے بھارتی حکومت کو مشورہ دے رہا ہے۔ ایک اخبار نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ شیخ عبداللہ اپنی تقریروں میں قرآن پاک کی آیات پڑھ کر فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں اُس اخبار کو سانپ سونگھ گیا۔ جب شیخ عبداللہ نے ان کو الزامی جواب دیا۔ کہ بھارتی نائب صدر رادھا کرشنن کیوں اپنی تقریروں میں ہندی اشلوک پڑھا کرتے ہیں

اس وقت بھارت اور پاکستان میں حفاظتی کونسل کے نمائندہ ڈاکٹر گراہم کشمیر کے سلسلہ میں مصالحت کرانے آئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان حسب معمول اُن سے گفتگو سے احتراز کر رہا ہے۔ حال ہی میں مسٹر مینن نے کہا کہ "ہم ڈاکٹر گراہم سے محض اخلاقاً گفت و شنید کر رہے ہیں" حالانکہ ایسا کہنا بجائے خود سب سے بڑی بد اخلاقی ہے۔ کوئی اُن سے پُوچھے کہ سلامتی کونسل پاکستان کشمیری عوام اور عالمی آرا آپ سے اخلاقاً یہی تو کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنے سابقہ وعدے وعید کو نبھایئے۔ اور کشمیری عوام پر غاصبانہ تسلط جمائے رکھنے کی بجائے انہیں حق خود اختیاری دیجئے۔ لیکن آپ میں اخلاق کہاں؟ اخلاق یہی تو ہے جو آپ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل ہو رہا ہے۔ تیر و تفنگ کی زبان سے آپ جلدی سمجھتے ہیں۔ لیکن اخلاق سے آپ کو کہنا بز اخفش سے سر کھپانا ہے۔

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کو

اندرون ملک قانون کا احترام کرانے اور بیرون ملک باوقار جگہ حاصل کرنے کیلئے شمشیر وسناں کی ضرورت ہے۔ اسے طاؤس رباب میں پھنسا کر تباہ و برباد نہ کریں۔

مدنی نمبر

ختم ہو چکا ہے۔ اس کو دوبارہ چھپوانے کے لئے ضروری ہے کہ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے جلد از جلد مطلع کریں۔ قیمت کے متعلق کوئی اعلان قبل از وقت ہوگا۔ غالباً فی پرچہ ۱۲ر قیمت ہوگی "مینجر"

ایک سرکاری اعلامیہ

مرکزی حکومت کے ایک حالیہ اعلان میں سرکاری محکموں سے کہا گیا ہے۔ کہ وہ غیر مُلکی امداد پر انحصار کرنا چھوڑ دیں۔ اور مُلک کی ترقی و ترویج کے لئے اپنے ذرائع اور وسائل سے حتیٰ الامکان مدد لیں

فی الواقع ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جبتک بیرونی امداد پر ہماری نظریں رہینگی۔ ہم نہ تو ہمت اور کوشش کرنے کے معنی سمجھ سکتے ہیں اور نہ آزادی کا شعور ہم میں پیدا ہو سکتا ہے۔ کاش کہ مرکزی حکومت بہت پہلے اس راز کو پا جاتی کہ غیروں کی امداد پر قومیں پنپا نہیں کرتیں۔ اب تو دیکھ ہی لیا کہ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک دفعہ باہر سے گندم لی جائے تو یہ تھا کہ ہمارا زرعی مُلک اتنی گندم پیدا کرکے اُسے شکریہ کے ساتھ لوٹا دیتا۔ لیکن معاملہ برعکس ہوا۔ یعنی ہر سال بیرونی گندم کی مانگ بڑھتی گئی۔ اور مُلکی پیداوار گھٹتی گئی۔ اس سہل کوشی اور تن آسانی نے نہ صرف قومی قویٰ مفلوج کر دیئے۔ بلکہ آسانی سے حاصل شدہ گندم اور بھی رنگ لائی۔ یعنی ہم میں اخلاقی کمزوری آگئی اور ملک کا ایک بہت بڑا

باقی صفحہ ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۷ار رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۷ر فروری ۱۹۵۸ء

از شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

مرنے والوں میں خوش نصیب کون ہے اور بد نصیب کون ہے

برادران اسلام۔ آج کے خطبہ میں قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں یہ چیز عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ موت تو ہر انسان پر آنے والی ہے۔ البتہ مرنے والوں کے انجام میں فرق ضرور ہوتا ہے۔ بعض خوش نصیب ہوتے ہیں اور بعض بد نصیب۔ اور یہ دونوں چیزیں در اصل انسان کی گزشتہ زندگی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ آج میں نے جو عنوان تجویز کیا ہے ممکن ہے کہ اسے پڑھ کر بعض ایسے آدمی جن کا اپنی بد اعمالی کے باعث انجام بد ہونے والا تھا وہ ڈر جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہ معاف فرما دے اور آئندہ کی ہوئی نیکیاں قبول فرمائے اور وہ انجام کے لحاظ سے خوش نصیب ہو جائیں۔ یہ کانٹا دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بدلا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ اَوْکَمَا قَالَ۔ ترجمہ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح (پاک) ہو جاتا ہے۔ جس نے گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

تائید الٰہی

(قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝) سورہ الزمر رکوع ۶ پ ۲۴۔

ترجمہ۔ کہدو اے میرے بندو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ بیشک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے۔

حاصل

ان آیات سے بالکل صاف طور پر یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں سے فرما رہا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا۔ بیشک وہ بخشنے والا ہے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور حکم مانو۔ گناہوں سے رجوع کرکے حکم ماننے کا موقعہ تو دنیا کی زندگی ہی میں ہو سکتا ہے۔ موت کے بعد تو یہ موقعہ آنے والا نہیں ہے۔

موت سر پر آ کھڑی ہو

تو پھر توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اللہ جل شانہ کا اعلان ملاحظہ ہو۔ (وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝) سورہ النسا رکوع ۳ پ ۴۔ ترجمہ۔ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے۔ جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

موت والوں کا ذکر

پہلی مثال

(اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ع)

سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پ ۲۴۔ ترجمہ۔ بیشک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو۔ اور جنّت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور آخرت میں بھی اور بہشت میں تمہارے لئے ہر چیز موجود ہے۔ جس کو تمہارا دل چاہے اور جو تم وہاں مانگو گے۔ ملے گا۔ بخشنے والے نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی ہے۔

تینوں نعمتوں کا سبب

ان خوش نصیب انسانوں کو مرنے کے بعد تین نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ (۱) کوئی خوف نہ کرو۔ (۲) کوئی غم نہ کرو۔ (۳) بہشت میں خوش ہو کر رہو۔ ان تینوں نعمتوں کا سبب بھی اسی آیت میں مذکور ہے۔ اور وہ دو چیزیں ہیں۔ پہلی انہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہماری ہر حاجت کا پورا کرنے والا ایک اللہ ہے۔ حاجتیں خواہ جسمانی ہوں یا روحانی بچپن کی تھیں یا جوانی کی یا بڑھاپے کی۔ صحت کی حالت کی تھیں۔ یا بیماری کی حالت کی۔ مجرد زندگی کے وقت کی تھیں یا متأہل (شادی ہونے کے بعد) زندگی کی تھیں۔ اندرون خانہ میں پیش آنے والی تھیں یا بیرون خانہ میں پیش آنے والی تھیں۔ برادری کے تعلقات کے متعلق تھیں یا غیر برادری کے تعلقات کے متعلق تھیں۔ دوستوں سے نباہ کے متعلق تھیں یا دشمنوں سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق تھیں

کسی شادی کے موقعہ سے متعلق تھیں۔ یا کسی غمی کے موقعہ سے عہدہ بر آ ہونے کے متعلق تھیں۔ اولاد کی تربیت کے متعلق تھیں یا بیویوں سے نباہ کے متعلق تھیں یا برادری سے تعلقات کے متعلق تھیں۔ غرضیکہ ان خوش نصیب انسانوں نے ان تمام معاملات میں فقط اللہ تعالےٰ ہی کی رضا کو مدِّ نظر رکھ کر اور اسی کی راہ نمائی کی روشنی میں زندگی کے لمحات کو بسر کیا اور مذکورہ طرز عمل پر استقامت اختیار کی۔ یعنی اس طریق زندگی پر ایسے پکے رہے کہ کسی کی مخالفت کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت چلنے میں اگر ساری دُنیا سے نباہ ہوتا جائے تو نبھا اور اگر بالفرض کسی معاملہ میں اللہ تعالےٰ کی رضا پر چلنے میں ساری دنیا کے انسان ان سے کٹ جائیں تو انہیں اتنا بھی احساس نہیں ہوتا۔ جتنا کہ بدن پر بیٹھے ہوئے مچھر کے اُڑ جانے سے ہو سکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اللھم اجعلنامنھم بفضلک ومنک

ربّنا اللہ ثمّ استقاموا

کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے کی ایک عجیب مثال (سورۃ المنفقون پ۲۸) کی آیات میں ایک واقعہ ہے۔ اختصار کے سبب سے آیتیں نقل نہیں کرتا۔ ان آیات کے متعلق جو واقعہ ہے وہ عبرت کے لئے عرض کرتا ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے دو شخص لڑ پڑے ایک مہاجرین میں سے تھا اور ایک انصار میں سے تھا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی اپنی جماعت کو پکارا۔ جس پر خاصہ شور مچ گیا۔ یہ خبر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو پہنچی۔ اس نے کہا کہ اگر ہم ان مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے۔ تو یہ لوگ ہم سے مقابلہ کیوں کرتے۔ تم ہی ان کی خدمت کرتے ہو۔ تب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع رہتے ہیں۔ تم خبر گیری چھوڑ دو۔ یہ لوگ خرچ سے تنگ آ کر چلے جائیں گے۔ اور یہ سارا مجمع بکھر جائے گا۔ یہ بھی کہا۔ کہ اس سفر سے واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور ہے۔ وہ ذلیل لوگوں کو نکال دے گا۔ (یعنی ہم انصار لوگ شہر کے مالک اور معزز ہیں ان ذلیل مہاجروں کو جو نووارد ہیں۔ نکال دیں گے) ایک صحابی زیدؓ بن ارقم نے اس کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کر دیں حضور انورؐ نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو یہ لوگ قسمیں کھا گئے کہ زیدؓ بن ارقم نے ہمارے متعلق یہ جھوٹ بولا ہے۔ سب لوگ زیدؓ بن ارقم پر ناراض ہوئے۔ وہ بچارے سخت نادم ہوئے۔ اس وقت سورۃ المنفقون کی آیتیں نازل ہوئیں۔ حضور انورؐ نے زیدؓ کو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے سچا کر دیا۔ عبد اللہ بن ابی کی جماعت یہ نہ سمجھی کہ تمام آسمان اور زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے۔ کیا جو لوگ محض اُس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اُس کے پیغمبرؐ کی خدمت میں رہتے ہیں۔ وہ اُن کو بھوکا مار دے گا۔ اور اگر یہ لوگ اُن کی امداد بند کر دیں گے تو وہ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کر دے گا۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے وہ الفاظ (کہ عزّت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اس کے بیٹے عبداللہؓ بن عبداللہ کو پہنچے (جو دل و جان سے سچے مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے۔ جب تک تو اقرار نہیں کرے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عزّت والے ہیں۔ اور تو ذلیل ہے۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا اور نہ مدینہ میں داخل ہونے دوں گا۔ بالآخر اقرار کرا کر چھوڑا (یہ ساری تفصیل عبداللہؓ بن عبد اللہ کے اُن فقروں کے سامنے لانے کے لئے میں نے تحریر کی ہے۔ یہ شخص قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کی فہرست میں شامل ہونے والوں میں سے ہے) اللھم اجعلنا منھم

دُوسری مثال

(وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ o فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ o) سورہ آل عمران رکوع ۱۷ پ۴۔ **ترجمہ** اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں۔ اُنہیں مُردہ نہ سمجھ۔ بلکہ وُہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے خوش ہونے والے ہیں اور اُن کی طرف سے بھی خُوش ہوتے ہیں۔ جو ابھی تک اُن کے پیچھے سے اُن کے پاس نہیں پہنچے۔ اس لئے کہ نہ اُن پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے کہ اللہ ایمان والوں کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔

ان خوش نصیب شہیدوں کا احادیث میں ذکر

پہلی

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْنَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ o الایۃ قَالَ اِنَّا سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ لَّھَا قَنَادِیْلُ مُعَلَّقَۃٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَاْوِیْ اِلٰی تِلْکَ الْقَنَادِیْلِ فَاطَّلَعَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ اِطِّلَاعَۃً فَقَالَ ھَلْ تَشْتَھُوْنَ شَیْئًا قَالُوْا اَیَّ شَیْءٍ نَشْتَھِیْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِکَ بِھِمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّھُمْ لَمْ یُتْرَکُوْا مِنْ اَنْ یُّسْاَلُوْا قَالُوْا یَا رَبِّ نُرِیْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِیْ اَجْسَادِنَا حَتّٰی نُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِکَ مَرَّۃً اُخْرٰی فَلَمَّا رَاٰی اَنْ لَّیْسَ لَھُمْ حَاجَۃٌ تُرِکُوْا (رواہ مسلم)۔ **ترجمہ**:۔ مسروق سے روایت ہے۔ کہا ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا۔ اس آیت کے متعلق وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ o (اس آیت کا ترجمہ بھی لکھا گیا ہے) کہا بیشک ہم نے اس کے متعلق (رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سوال کیا تھا۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ ان (شہیدوں) کی رُوحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔ ان کے لیۓ عرش کے ساتھ قندیل لٹکے ہوئے ہیں۔ بہشت میں جہاں چاہتے ہیں۔ چُگتے پھرتے ہیں۔ پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ کر آ جاتے ہیں۔ پھر ان کا رب ان کی طرف متوجّہ ہوا۔ پھر ان (شہیدوں سے) فرمایا۔ کوئی چیز چاہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا۔ ہم (اور) کیا چاہیں۔ بہشت میں جہاں ہم چاہتے ہیں۔ چُگتے پھرتے ہیں۔ پھر اس نے تین مرتبہ ان سے یہی سوال کیا۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ان سے بار بار سوال کیا جا رہا ہے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری رُوحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے۔ تاکہ دُوسری مرتبہ تیری راہ میں قتل کیۓ جائیں۔ پس جب (اللہ تعالےٰ نے) دیکھا کہ ان کی کوئی حاجت نہیں ہے تو چھوڑ دیا گیٔے۔

دُوسری

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ اَنَّہٗ لَمَّا اُصِیْبَ اِخْوَانُکُمْ یَوْمَ اُحُدٍ جَعَلَ اللّٰہُ اَرْوَاحَھُمْ فِیْ جَوْفِ طَیْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْھَارَ الْجَنَّۃِ تَاْکُلُ مِنْ ثِمَارِھَا وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مِنْ ذَھَبٍ مُعَلَّقَۃٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِیْبَ مَاْکَلِھِمْ وَمَشْرَبِھِمْ وَمَقِیْلِھِمْ قَالُوْا مَنْ یُّبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اِنَّنَا اَحْیَاءٌ فِی الْجَنَّۃِ لِئَلَّا یَزْھَدُوْا فِی الْجَنَّۃِ وَلَا یَنْکُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اُبَلِّغُھُمْ عَنْکُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَاتِ (رواہ ابوداؤد) ترجمہ:۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا۔ تحقیق شان یہ ہے۔ جب تمہارے بھائیوں کو اُحد کے دن تکلیف پہنچائی گئی (یعنی شہید کیۓ گئے) اللہ نے اُن کی رُوحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں ڈال دیا بہشت کی نہروں پر پھرتے ہیں۔ بہشت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ ان میں آ بیٹھتے ہیں۔ پھر جب اُنہوں نے اپنے کھانے پینے اور رہنے کا عمدہ انتظام دیکھا۔ تو کہا۔ ہمارے بھائیوں کو کون ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ بیشک ہم بہشت میں زندہ ہیں۔ تاکہ بہشت کے حاصل کرنے میں بے رغبتی نہ کریں اور لڑائی کے وقت پیچھے نہ ہٹیں۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ بیشک میں ان کو تمہاری طرف سے پہنچا دوں گا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہ (آئیتیں) نازل فرمائیں۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ اِلٰی آخر الآیات

قرآن مجید میں بدنصیب مرنے والوں کا ذکر

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝) سورۃ البقرہ رکوع ۱۹ پ۲ — ترجمہ۔ بے شک جنہوں نے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی بھی وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی اصطلاح اور ہماری اِصطلاح میں فرق ہے

آج کل ہم لوگ غیر مُسلم کو کافر کہتے ہیں۔ مثلاً ہندو۔ سکھ۔ عیسائی وغیرہ یعنی جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے وہ مُسلمان ہے اور جو یہ کلمہ نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں بعض کلمہ پڑھنے والے بھی کافر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا اعلان

ملاحظہ ہو۔ وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْٓا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَرَسُوْلُہٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورۃ النور رکوع ۶ پ۱۸)

ترجمہ۔ اور کہتے ہیں ہم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم فرمانبردار ہو گئے۔ پھر ایک گروہ ان میں سے اس کے بعد پھر جاتا ہے اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے۔ تاکہ ان میں فیصلہ کرے۔ تبھی ایک گروہ ان میں سے مُنہ موڑنے والے ہیں۔ اور اگر انہیں حق پہنچتا ہو تو اس کی طرف گردن جھکائے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک میں پڑے ہیں یا ڈرتے ہیں۔ اس سے کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریگا بلکہ وہی ظالم ہیں۔ مومنوں کی بات تو یہی ہوتی ہے۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم نے سُنا اور مان لیا اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے بس وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ یعنے اپنے آپ کو مُسلمان کہتے ہیں اور جس وقت انہیں اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لیۓ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی عدالت میں لایا جائے تو آنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہاں ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہاں جانے میں فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔ پھر تو آ جاتے ہیں۔ ورنہ نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ جس شخص کے متعلق اللہ تعالےٰ فرمائے کہ وُہ مومن نہیں ہے تو اس کے حق میں سوائے کافر کے اور کون سا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی روشنی میں یہ فیصلہ صاف ہو گیا کہ اسلام کا دعوےٰ کرنے والے سارے مسلمان نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض آدمی

اندر میں کافر ہوتے ہیں اور بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں اور ان پر کفر کا لفظ استعمال کرنے کا سبب فقط یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت سے فیصلہ کرانے سے انکار کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

قرآن مجید کی اصطلاح میں انہیں منافق کہا جاتا ہے

اگرچہ یہ لوگ اندر میں کافر ہی ہیں۔ مگر بظاہر کلمہ گو ہیں اور مسلمانوں میں شامل رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں منافق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ان بدنصیبوں کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا (سورہ النساء رکوع ۲۱ پ ۵) ترجمہ:- بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تو ان کے واسطے کوئی مددگار ہرگز نہیں پائے گا۔

مرنے والوں میں سے خوش نصیبوں کا ذکر حدیث شریف میں

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَھَیْنَا اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ کَاَنَّ عَلٰی رُءُوْسِنَا الطَّیْرَ وَفِیْ یَدِہٖ عُوْدٌ یَنْکُتُ بِہٖ فِی الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا کَانَ فِی انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَۃِ نَزَلَ اِلَیْہِ مَلٰٓئِکَۃٌ مِّنَ السَّمَآءِ بِیْضُ الْوُجُوْہِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الشَّمْسُ مَعَھُمْ کَفَنٌ مِّنْ اَکْفَانِ الْجَنَّۃِ وَحَنُوْطٌ مِّنْ حَنُوْطِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَجْلِسُوْا مِنْہُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَکُ الْمَوْتِ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَیَقُوْلُ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ اُخْرُجِیْ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِیْلُ کَمَا تَسِیْلُ الْقَطْرَۃُ مِنَ السِّقَآءِ فَیَاْخُذُھَا فَاِذَا اَخَذَھَا لَمْ یَدَعُوْھَا فِیْ یَدِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ حَتّٰی یَاْخُذُوْھَا فَیَجْعَلُوْھَا فِیْ ذٰلِکَ الْکَفَنِ وَفِیْ ذٰلِکَ الْحَنُوْطِ وَیَخْرُجُ مِنْھَا کَاَطْیَبِ نَفْحَۃِ مِسْکٍ وُّجِدَتْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ قَالَ فَیَصْعَدُوْنَ بِھَا فَلَا یَمُرُّوْنَ یَعْنِیْ بِھَا عَلٰی مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِلَّا قَالُوْا مَا ھٰذَا الرُّوْحُ الطَّیِّبُ فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَحْسَنِ اَسْمَآئِہِ الَّتِیْ کَانُوْا یُسَمُّوْنَہٗ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی یَنْتَھُوْا بِھَا اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَسْتَفْتِحُوْنَ لَہٗ فَیُفْتَحُ لَھُمْ فَیُشَیِّعُہٗ مِنْ کُلِّ سَمَآءٍ مُّقَرَّبُوْھَا اِلَی السَّمَآءِ الَّتِیْ تَلِیْھَا حَتّٰی یُنْتَھٰی بِہٖ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اکْتُبُوْا کِتَابَ عَبْدِیْ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاَعِیْدُوْہُ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنِّیْ مِنْھَا خَلَقْتُھُمْ وَفِیْھَا اُعِیْدُھُمْ وَمِنْھَا اُخْرِجُھُمْ تَارَۃً اُخْرٰی قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ فَیَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا دِیْنُکَ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ وَمَا عِلْمُکَ فَیَقُوْلُ قَرَاْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّۃِ قَالَ فَیَاْتِیْہِ مِنْ رَّوْحِھَا وَطِیْبِھَا وَیُفْسَحُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ مَدَّ بَصَرِہٖ قَالَ وَیَاْتِیْہِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْہِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ ھٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ لَہٗ مَنْ اَنْتَ فَوَجْھُکَ الْوَجْہُ یَجِیْءُ بِالْخَیْرِ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ فَیَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَۃَ حَتّٰی اَرْجِعَ اِلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ۔

ترجمہ - براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کے ایک آدمی کے جنازہ کے لئے نکلے۔ پس ہم قبر پر پہنچ گئے اور ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ اُس کے ساتھ زمین کو کرید رہے تھے پھر آپؐ نے سر اٹھایا۔ پھر فرمایا قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ (یہ کلمہ) دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ بے شک بندہ مومن جب دُنیا سے منقطع ہونے والا اور آخرت کی طرف جانے والا ہوتا ہے۔ اُس کی طرف فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں سفید مونہوں والے۔ گویا کہ اُن کے مُنہ پر سُورج ہیں۔ ان کے پاس بہشت کے کفنوں میں سے کفن ہوتا ہے۔ اور بہشت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے آنکھ کی نگاہ کی دُوری تک دُور بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہتا ہے اے پاک نفس اللہ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل۔ آپؐ نے فرمایا پھر رُوح نکل آتی ہے۔ جس طرح مشک سے پانی کا قطرہ بہ کر نکل آتا ہے۔ پھر وہ اسے لے لیتا ہے۔ دوسرے فرشتے اس کے ہاتھ میں آنکھ کے جھپکنے کی دیر بھی نہیں چھوڑتے۔ یہاں تک کہ اس رُوح کو لے لیتے ہیں۔ پھر اس رُوح کو اس کفن میں ڈال دیتے ہیں۔ اور اس خوشبو میں اور اس (روح) سے مثل عمدہ ترین کستوری کے نافہ کی سی خوشبو نکلتی ہے جو زمین پر پایا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ پھر اسے لے کر فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے نہیں گزرتے۔ مگر وہ کہتے ہیں۔ یہ عُمدہ رُوح کس کی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فلانے بیٹے فلانے کی۔ بہترین۔ ان ناموں میں سے جن سے دُنیا میں پکارتے تھے۔ یہاں تک دُنیا کے آسمان تک جا پہنچتے ہیں۔ پھر اس کے لئے دروازے کھلواتے ہیں۔ پھر ان کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ اس کے اعزاز میں ہر آسمان کے مقرب چلتے ہیں۔ اس آسمان تک جو پہلے آسمان سے متصل ہے۔ یہاں تک کہ اسے ساتویں آسمان تک جا پہنچاتے ہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ میرے بندے کا نامۂ اعمال علیین میں لکھ دو۔ اور اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔ پس میں نے اسی سے انہیں پیدا کیا تھا اور اسی میں انہیں لوٹاؤں گا اور اسی سے انہیں دوسری مرتبہ نکالوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ پس اس کی رُوح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پھر اسے بٹھاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ تیرا رب کون

ہے۔ پھر کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر کہتے ہیں۔ تیرا دین کون سا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر کہتے ہیں۔ یہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ پھر کہے گا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اسے کہیں گے تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ پھر کہے گا۔ میں نے اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) پڑھی تھی۔ پھر میں اس پر ایمان لایا تھا اور میں نے اس کی تصدیق کی تھی۔ پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ پس اسے بہشت کا بچھونا بچھا دو۔ اور بہشت کا لباس پہنا دو۔ اور بہشت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر اسے بہشت کی طرف سے ہوا اور خوشبو آتی ہے۔ پھر اس کے لئے اس کی قبر آنکھ کی نگاہ کی دوری تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کے پاس ایک خوبصورت انسان خوبصورت کپڑوں والا اور عمدہ خوشبو والا آتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے۔ تمہیں مبارک ہو۔ اس چیز کی جو تمہیں خوش کرتی ہے یہی تیرا وہ دن ہے۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ پھر (قبر والا) اس سے کہے گا۔ تم کون ہو۔ تیرا منہ تو ایسا منہ ہے۔ جس سے بھلائی نکلتی ہے۔ پھر وہ کہے گا۔ میں تیرا ہی نیک عمل ہوں۔ پھر وہ (قبر والا) کہے گا۔ اے میرے رب قیامت قائم کر تاکہ میں اپنے اہل اور مال میں لوٹ کر جاؤں۔

مرنیوالوں میں سے بدنصیبوں کا ذکر

حدیث شریف میں

وَ اَنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ
فِي اِنْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَ اِقْبَالٍ مِّنَ
الْآخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ
مَلَائِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ
فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ
مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ
فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ
اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقُ
فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ
مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَاْخُذُهَا
فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ
طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ
الْمُسُوْحِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ
جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ
فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى
مَلَاٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا
الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ
فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ
يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا
اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ثُمَّ
قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ
فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اكْتُبُوْا كِتَابَهٗ
فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ
رُوْحُهٗ طَرْحًا ثُمَّ قَرَاَ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ
الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ
سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاْتِيْهِ
مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ
رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ
فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ
لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ
الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ
لَا اَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ
اَنْ كَذَبَ فَافْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا
لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ فَيَاْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا
وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى
تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ وَيَاْتِيْهِ رَجُلٌ
قَبِيْحُ الْوَجْهِ قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ
فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْءُكَ
هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ
فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ
يَجِيْءُ بِالشَّرِّ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ
الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ

(رواہ احمد)

ترجمہ:۔ اور تحقیق بندہ کافر جب دنیا سے رخصت ہونے والا ہوتا ہے۔ اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ مونہوں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ انکے پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ پھر اس کی آنکھ کی نگاہ کی دوری تک بیٹھ جاتے ہیں پھر موت والا فرشتہ آتا ہے۔ یہانتک کہ اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے پھر کہتا ہے اے خبیث روح نکل۔ اللہ کے غضب کی طرف۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر اس کے بدن میں روح پھیل جاتی ہے۔ پھر اسے کھینچ کر نکالتا ہے۔ جس طرح لوہے کی (گرم) سیخ بھیگی ہوئی اون سے کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ پھر اس روح کو لے لیتا ہے۔ پھر جب اسے لے لیتا ہے۔ وہ فرشتے اسکے ہاتھ میں آنکھ کے جھپکنے کی دیر بھی نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ اسے اس ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اس سے مردار کی سی بدترین بدبو آتی ہے۔ جو (مردار) زمین پر پایا جائے۔ پھر اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ پھر اس روح کو فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے نہیں گذارتے۔ مگر وہ فرشتے کہتے ہیں۔ یہ خبیث روح کیسی (یعنی کس کی) ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں فلاں بیٹا فلاں کا ہے۔ بہت برے ناموں سے جن سے دنیا میں پکارا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے دروازہ کھولنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (ترجمہ۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے نہیں جائینگے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہاں تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔) پھر اللہ عزوجل فرمائے گا۔ اس کا نامۂ اعمال زمین کے نچلے حصے سجین میں لکھ دو۔ پھر اس کی روح کو پھینک دیا جائے گا۔

پھر آپؐ نے پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا۔ پس گویا کہ وہ آسمان سے گرا۔ پھر اسے پرندے نے اچک لیا۔ یا اسے ہوا نے کسی دور جگہ میں جا پھینکا۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پھر اسے بٹھاتے ہیں۔ پھر اسے کہتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ پھر وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا۔ پھر اسے کہتے ہیں۔ تیرا دین کون سا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا۔ پھر اسے کہتے ہیں۔ یہ شخص کون تھا۔ جو تم میں بھیجا گیا۔

پھر کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا۔ پھر ایک آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ بس اسے آگ کا بچھونا بچھا دو اور اس کے لئے دوزخ کی طرف سے دروازہ کھول دو۔ پھر اُسے دوزخ کی گرمی اور لُو پہنچتی رہتی ہے۔ اور اُس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی پسلیاں دائیں والی بائیں اور بائیں والی دائیں ہو جاتی ہیں اور اُس کے پاس ایک بدصورت بُرے کپڑوں والا بدبو والا آدمی آتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ تمہیں خوشخبری ہو اس چیز کی جو تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے۔ یہی تیرا وُہ دن تھا۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ پھر وہ کہے گا تو کون ہے۔ تیرا تو مُنہ ایسا ہے جس سے بُرائی ٹپکتی ہے۔ پھر وُہ کہے گا۔ میں تیرا ہی عملِ بد ہوں۔ پھر وُہ (قبر والا) کہے گا۔ اے میرے رب قیامت نہ لا۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مُرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد

آج کا عنوان ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نمبر اوّل پاس ہونے والے کون ہیں

دعا کیجئے اللہ تعالےٰ مجھ سے جو کہلوا رہا ہے اس پر مجھے بھی عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے میں آپ کی دُعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آپ کے اعمال صالحہ کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے گی۔ جس ماں کے چار پانچ بچے ہوں۔ وہ سب اگر ایک ایک لقمہ بھی چھوڑیں گے تو ان سے ماں کا پیٹ بھر جائے گا۔ اسی طرح اگر آپ میری معروضات سُن کر ان پر عمل کرینگے تو آپ کے اعمال صالحہ میں سے مجھے بھی حصّہ ملے گا۔ اس سے میری نجات ہو جائیگی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔ (ترجمہ۔ نیکی کی طرف بُلانے والا اس کے کرنے والے کی مانند ہے) یعنی نیکی کی دعوت دینے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔ جتنا کرنے والے کو۔ آپ کی اصطلاح میں آج کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ کی اُمت میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے والے کون ہیں۔ اس کے متعلق ایک حدیث عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ یَمُرُّ النَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّجُلُ وَالنَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّھْطُ وَالنَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَہٗ اَحَدٌ فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اُمَّتِیْ فَقِیْلَ ھٰذَا مُوْسٰی فِیْ قَوْمِہٖ ثُمَّ قِیْلَ لِیْ اُنْظُرْ فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِیْلَ لِیْ اُنْظُرْ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِیْلَ ھٰؤُلَاءِ اُمَّتُکَ وَمَعَ ھٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَکْتَوُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ فَقَامَ عُکَّاشَۃُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ قَالَ سَبَقَکَ بِھَا عُکَّاشَۃُ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نکلے۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ پیش کی گئیں (یعنی دکھائی گئیں) مجھ پر اُمتیں (یعنی خواب یا حالت کشف میں) پس پیغمبروں نے اپنی اُمتوں کے ساتھ گزرنا شروع کیا۔ ایک نبی گزرا کہ اس کے ساتھ ایک آدمی تھا (یعنی صرف ایک تابع) اور ایک نبی گزرا۔ جس کے ساتھ دو آدمی تھے اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت یا انبوہ کو دیکھا جو آسمان کے کناروں میں بھری ہوئی تھی۔ (اس کی زیادتی کو دیکھ کر) میں نے یہ اُمید باندھی کہ یہ میری اُمت ہوگی۔ لیکن مجھ کو بتایا گیا کہ یہ موسیٰؑ اور ان کی اُمت ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا۔ دیکھ میں نے ایک بڑے انبوہ کو دیکھا۔ جس سے آسمان کے کنارے معمور تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا

دائیں بائیں دیکھ - میں نے ایک بڑے انبوہ کو دیکھا - جس کے آسمان کے کنارے معمور تھے - پھر مجھ کو کہا گیا - دائیں بائیں دیکھ - میں نے ایک بڑے انبوہ کو اپنے پہلوؤں میں پایا - جو آسمان کے کناروں تک پھیلے ہوئے تھے - پھر مجھ سے کہا گیا یہ تیری اُمت ہے اور ان کے علاوہ ستّر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنّت میں داخل ہوں گے - اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ تو شگون لیتے ہیں اور نہ منتر پڑھواتے ہیں - اور نہ اپنے جسم پر داغ لیتے ہیں اور صرف خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں (یہ سُن کر) عکاشہ رضؓ بن محصن (صحابی) کھڑے ہوئے اور عرض کیا - دُعا فرمایئے خداوند تعالےٰ ان لوگوں میں مجھ کو شامل کر دے - آپؐ نے دُعا فرمائی - اے اللہ! اس کو ان میں سے کر دے - پھر ایک اور شخص کھڑا ہُوا - عرض کیا - میرے لئے بھی دُعا فرما دیجئے - آپؐ نے فرمایا - تجھ پر عکاشہ رضؓ سبقت لے گیا -

اس حدیث شریف سے ثابت ہُوا - کہ بعض کھوٹی قسمت والی ایسی اُمتیں بھی گزری ہیں - جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام آئے - مگر ایک شخص کو بھی ہدایت نہ ہوئی - انبیاء علیہم السلام کی آمد سے یہ فائدہ ہُوا کہ ان کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف اتمام حجّت ہو گیا - وُہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں گے - رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ (ترجمہ - اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا -) میں کہا کرتا ہوں کہ اگر میرے دل میں اخلاص ہے تو میرا ایک ایک منٹ کامیاب ہے - خواہ ایک شخص کو بھی ہدایت نہ ہو - میرا دل تو چاہتا کہ سب کو اللہ تعا ہدایت دے - مجھ کو اس کا دُکھ بھی ضرور ہے - لیکن میں کامیاب ہوں - اور خوش ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے لاہوریوں کو میری بات سُننے کی توفیق عطا فرمائی - جس طرح کاشتکار اگر سو بیگھے زمین کاشت کرے - اس کا دل تو چاہتا ہے کہ سو بیگھے ہی پھلیں پھولیں - اگر سو میں سے ایک بیگھہ میں خشک رہ گیا اس کو ضرور دُکھ ہوگا -

جو حدیث شریف میں نے پیش کی ہے اس میں اصل چیز یہ ہے کہ حضورؐ کی اُمت میں سے ستر ہزار بلا حساب جنّت میں داخل ہوں گے - یہ شرف کسی پیغمبر کی اُمت کو نصیب نہیں ہُوا -

ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اربوں سنکھوں جنت میں داخل ہوں گے - یہ دُوسروں کے پیشوا ہوں گے - مثلاً شاہ ولی اللہ صاحبؒ مدینہ منورہ سے علم حدیث لائے - اس وقت سے لے کر اب تک ہندوستان میں علم و حدیث کی درس و تدریس ان کا ہی فیض ہے - حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ پانچویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں - طریقت میں قادری خاندان ان کی طرف منسوب ہے - امام اعظم رحؒ پہلی صدی ہجری کی پیداوار ہیں - مذاہب اربعہ میں سے وہ حنفی مذہب کے بانی ہیں ان حضرات کو اللہ تعالےٰ نے قبولیت عامہ عطا فرمائی ہے - ان کے متبعین کی تعداد کا صحیح اندازہ ہم کر ہی نہیں سکتے اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ ان کی کتنی تعداد ہے - انشاءاللہ ان کا فیض قیامت تک جاری رہے گا - قرآن مجید میں اللہ تعا فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے امام کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں بُلایا جائے گا - یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ - (سورہ بنی اسرائیل ع ۸ پ ۱۵) - ترجمہ - (جس دن ہم ہر فرقے کو ان کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے) -

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ نصیب فرمائیں - آمین یا الہ العالمین - اگر ہر مسلمان باطل کے مقابلہ میں ایک تنکا بن کر کھڑا ہو جائے - تو باطل کی اشاعت رُک سکتی ہے - آپ نے دیکھا ہوگا - کہ پانی کی جو میں اگر کسی وجہ سے ایک تنکا بھی کھڑا ہو جائے تو باقی تنکے اس کی وجہ سے رُک جاتے ہیں اور صاف پانی آگے نکل جاتا ہے - ہر شخص اپنے اپنے دائرہ میں امام بن سکتا ہے - بشرطیکہ دل میں اخلاص ہو - اللہ تعالےٰ تو دل کو دیکھتے ہیں کہ یہ بندہ میرے لئے ہی تگ و دو کر رہا ہے - اخلاص کی تار اللہ تعالےٰ کی رحمت کو کھینچ کر لاتی ہے - اخلاص کے معنیٰ یہ ہیں کہ اے اللہ یہ کام تیرے لئے ہے - اور غیر کے لئے نہیں ہے - آج صبح ہی ایک شخص آیا تھا - اس نے کہا کہ ایک شخص نے مجھے ایک کنیال زمین دی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس پر ایک کمرہ ہی بن جائے - اس کی غرض یہ تھی کہ اس کام میں میری امداد کی جائے - میں نے اسے کہا کہ اگر اخلاص سے آپ ایک چھپّر بنا کر بیٹھ جائیں گے تو اللہ جنگل میں منگل کر دیں گے - کسی نے کہا ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دُشمناں نظر داری

بلا حساب جنت میں داخل ہونیوالے حضرات کی صفات ملاحظہ ہوں -

۱- پرندوں سے فال نہیں لیتے تھے - ہندوؤں میں یہ دستور ہے کہ سفر کے لئے گھر سے جب نکلتے ہیں - اگر پہلے کوّا نظر پڑ جائے تو واپس آ جاتے ہیں - اس کو وُہ شگون بد سمجھتے ہیں -

۲- جھاڑ پھونک نہ کرتے تھے -

۳- داغ نہیں دیتے - بلوچستان میں ہر بیماری کا علاج ہی داغ دینا سمجھا جاتا ہے - عرب میں بھی طریقۂ علاج رائج ہوگا - یہ حضرات ظاہری اسباب میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے - اگر قیمتی دواؤں اور ڈاکٹروں اور اطباء کی کوشش پر شفاء کا انحصار ہوتا تو بادشاہ اور دولتمند کبھی نہ مرتے - اصل میں شفاء اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے - دوا تو مریض کی توجہ مرض سے ہٹانے کے لئے ہوتی ہے - جس طرح بچے کی آنکھیں دُکھتی ہوں - تو ماں چاکسو ڈالتی ہے - بچہ جب درد سے روتا ہے تو وہ زنجبیر کھٹکھٹاتی ہے اور بچّہ چُپ ہو جاتا ہے - دوا طبیعت کو بہلانے کا ذریعہ ہے - ورنہ شفا اللہ تعا کے ارادہ پر موقوف ہے - یہ حضرات ظاہری اسباب میں ہاتھ نہیں ڈالتے - یہ خواص کا درجہ ہے - ہم سب پچھڑے درجہ میں ہیں -

انبیاء علیہم السلام متوکلین کے بھی امام ہوتے ہیں - وہ بعض اوقات اپنے درجہ سے نزول فرما کر علاج کرواتے ہیں - تاکہ اُمت کے عام افراد کے لئے نمونہ بن سکیں -

توکل کے بھی کئی درجے ہیں - میں نے جو درجہ عرض کیا ہے - وہ بہت اُونچا ہے - اس کو نصب العین بنا کر اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کے لئے کوشش عطا کرنیکی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین

جس طرح ایک طالبعلم جب فرسٹ ڈویژن کے لئے محنت کرے گا - اگر فرسٹ ڈویژن نہ آیا - سیکنڈ ڈویژن تو آ ہی جائے گا - اسی طرح اگر ہم اعلےٰ درجہ کے لئے کوشش کریں گے - اگر اعلےٰ درجہ نہ ملا - اس کے قریب قریب درجہ انشاءاللہ مل ہی جائیگا -

---

حیرت بر حیرت

روس کے مصنوعی چاند

از جناب لال دین صاحب اخگر بی اے۔ بی ٹی گکھڑ کلاں

قسط دوم

سلسلہ کے لئے دیکھیں خدام الدین مورخہ ۷ار جنوری ۱۹۵۸ء

پہلی قسط کا مفہوم فقط اس حقیقت کی ترجمانی تھی کہ وحی الہی اور عقل نا رسا کو ایک چیز نہ سمجھئے اور انبیاء کرام اور سائنسدانوں کے اعمال و تجربات کی تطبیق اصولی طور پر بالکل نا جائز ہے۔ کیونکہ ایک چیز کا مبدا خالق کون و مکاں ہے اور دوسرے کا انحصار انسانی دماغ کے ٹامک ٹوئیوں پر ہے انسانی خرد کے مسلمات کو بارہا دیکھا گیا ہے۔ کہ صدیوں کے بعد ان میں ایک تغیر عظیم رو نما ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات پہلے فلاسفروں کے نظریات کو زمانہ ارتقا کے فلاسفہ بنظر استہزا دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے عقل کی بے مائگی کو واضح طور پر نمایاں کیا ہے ؎

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہوں ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات

غرضیکہ میں نے قسط اوّل میں جس نظریہ کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی کی تائید میں قرآن پاک سے۔ چند نظائر و بصائر پیش کروں گا۔ تاکہ روس اور امریکہ کے مصنوعی سیاروں کے متوالے انسان قدرت الہی کے کرشموں میں مست ہو کر سرور عرفانی حاصل کریں۔

حاشا و کلا۔ میرا مطلب دنیاوی ارتقا کی مخالفت نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری دعا ہے کہ اگر غیر مسلم دنیا مریخ میں جا کر آباد ہونے لگے۔ تو مسلمان اپنی فہم و فراست سے مادی اور روحانی اسباب اس قدر زیر تسلط لا سکیں کہ وہ مریخ سے بھی پرے اور سیاروں میں اپنی حکومتیں قائم کریں۔ لیکن اس جگہ پر قدرت خداوندی اور عقل انسانی کا مسئلہ درپیش ہے۔ اور مسلمانان عالم کو خصوصیت سے اور عوام کو عمومیت سے دعوت ہے۔ کہ وہ ارض و سما کی تخلیق پر غور و فکر کریں۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے معجزات و خوارق پر نظر تعمق ڈالیں اور خدائے وحدہ لاشریک کے آخری پیغام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

چشم بینا کے لئے کائنات کا نظام ہزاروں کیا لاکھوں بصیرتوں اور حکمتوں کو اپنے پہلوؤں میں لئے ہوئے ہے۔ انسانی عقل و خرد اگر ایک قطرے کی گہرائیوں اور ایک ذرّہ کی وسعتوں میں ہو کر رہ جائے تو کچھ عجب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی دیکھنے والے نے صحیح اعتراف کیا ہے۔ کہ ع

ذرہ چاہے تو تھکا دے مجھے صحرا بنکر

آیئے نظام کائنات پر غور کیجئے۔ مٹی کے ذرّوں میں قوّت نامیہ کی آمیزش کیا ہے۔ گویا حیرت و استعجاب کا ایک جہان آباد ہے۔ دانوں کو نرم کر کے روئیدگی کے قابل بنانا اور چند دنوں کے بعد ایک نہایت نرم و نازک کونپل کا سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے باہر آنا پھر ہوا کی لوریاں اور تھپکیاں شمسی اور قمری شعاعوں کے نورانی گہواروں میں پرورش پانا کونپل کی مضبوطی پھول اور خوشے غرض کہ ایک ایک چیز صانع حقیقی کی معرفت کے گیت گا رہی ہے۔

ابھی ایک کھیت میں لاکھوں کیا کروڑہا دانوں کی پرورش ہو رہی ہے۔ موسم بہار میں ایک باغ میں ایک جنگل میں ٹیلوں پر منڈیروں پر اُگی ہوئی فصلوں میں غرضکہ زمین کے چپے چپے سے روئیدگی کا ظہور کسی خالق کی بے مثل صنعت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ درختوں سے موسم خزاں میں کتنے بیج گرے۔ کتنے ضائع ہوئے کتنے زمین میں دب کر رہ گئے۔ کتنے اُگے۔ کتنے سڑ گل گئے۔ کتنے پروان چڑھے یہ اور باقی معلومات کا خزانہ فقط خالق اکبر ہی کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

دریائے کانگو کی وادی جنگلات کی دنیا۔ درختوں کی چھت۔ زیر درختی کا یہ عالم کہ نیچے کے جانور آسمان دیکھے بغیر مر جائیں اور اوپر پیدا ہونے والے جانور زمین کی شکل سے کلیتہً نا آشنا رہیں۔ ان درختوں کے سبز پتے۔ خشک پتے۔ زرد پتے۔ شاخیں۔ تنیں۔ جڑیں اور پھر قیامت تک تمام عالم نباتی کا پورا پورا ظہور تمام چیزوں کی ہر لمحہ کیفیتیں۔ عقل کا کیا یارا کہ ان کو اپنے خیال میں لائے۔ اور وہم کی کیا مجال۔ کہ ان مختلف النوع نباتات کی دنیا میں ایک قدم بھی چل سکے۔

پانی وہی۔ مگر پھولوں کے رنگ ایک ہی کیاری میں مختلف۔ بو مختلف۔ شکل و صورت ڈول ڈیل متنوعہ۔ پھلوں کی شکلیں انواع و اقسام کی۔ ذائقے جدا جدا۔ آم کا ذائقہ اور۔ کھجور کا اور رنگترہ کی قاشیں اپنی فرحت میں جدا۔ انگور کا نورانی پھل خوشہ در خوشہ۔ شربت طہور کے دنیاوی سر بمہر جام میٹھے۔ کھٹے۔ تربوزے۔ خربوزے۔ سبزیاں۔ ترکاریاں حیرت کا مقام ہے۔ بے شمار چیزیں۔ جن کا ہر جز دوسرے سے جدا مگر زمین ایک ہی۔ پانی ایک ہی۔ کسان کا طریقہ سب کے لئے یکساں ہے۔ حقیقت ہے

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ

اب اشیاء کے خواص پر غور کیجئے تو آپ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہیگی کوئی گرم۔ کوئی گرم تر۔ اور کوئی سرد تو کوئی سرد تر۔ کوئی مہلک۔ کوئی شفا کی پڑیا۔ حکما کی مفردات پر نظر پڑ جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے۔ کہ قدرت خداوندی نے جڑی بوٹیوں اور گھاس پھوس میں کتنی خوبیاں بھر رکھی ہیں۔

پانی کی دنیا لاکھوں بلکہ کروڑوں جانداروں کی دنیا بعض سمندر پچاس میل گہرے۔ بعض نوّے میل گہرے۔ لمبائی کا ذکر نہیں۔ امواج کا جہان اگر ہر قطرۂ آب میں ایک سو جراثیم شمار کریں۔ جیسا کہ انسانی تحقیق کا اعلان ہے تو ¾ آبی دنیا میں کتنے جراثیم ہونگے۔ اُن کا خالق ہی جانتا ہے۔ کتنے ہیں؟ کتنے پیدا ہوتے ہیں؟ کتنے بھوکے ہیں؟ کتنے بیمار ہیں؟ کتنے تلف ہوتے ہیں؟

ان کے جذبات کی کروٹیں اور اُن کے دل و دماغ میں کیا کیا کیفیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

ہوائی نظام پر مختصر نظر ڈالئے تو وما بینھما کی تفسیر آنکھوں کے سامنے آ جائیگی بادل۔ کہر۔ شبنم۔ اولے۔ بارش۔ ایتھری لہریں شمس و قمر کی شعاعوں کا شبانہ روز عمل ہواؤں کی گردش۔ موسموں کا تغیّر و تبدّل لو کے تھپیڑے اور برف بار جھونکے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ کس کی قدرت پر دال ہیں۔ آخر کار ہمارے ضمیر کا یہی فیصلہ ہے کہ اس کارخانۂ بے بدل کو چلانے والا کوئی ضرور ہے۔

کوہستانی چٹانیں۔ رنگ برنگ کے پتھر ہیں سونا۔ چاندی۔ سیسہ۔ آبدار موتی۔ زمرد۔ عقیق۔ ہیبتناک غاریں۔ کھوہیں خوش منظر وادیاں۔ بلندیاں۔ آبشاریں۔ جڑی بوٹیاں۔ تناور درخت۔ یہ اور اسی طرح کی دوسری چیزیں۔ بھلا انسانی عقل ان ہیبتناک حقیقتوں میں کیسے غور کرے۔

انسانی دنیا۔ ایک مرد اور ایک عورت کے بیٹے۔ بر اعظموں میں آبادیاں۔ رنگ و نسل وضع و قطع۔ لباس۔ اطوار و کردار بولیاں۔ عادات اور رسومات۔ غرضیکہ ہر چیز میں اچھا خاصا نمایاں تفاوت نظر آتا ہے۔ اگر اس منظر کو ایک مرکز پر ایک ہی نظر میں دیکھنا چاہتے ہو۔ تو کائنات کے مقدس ترین شہر مکہ معظمہ میں دیکھئے جہاں چار دانگ عالم کے مسلم حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

ہم بعض بعض چیزوں کا ذکر نہایت اختصار سے کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ مخلوقات ارض و سماوی کے حقائق کا بیان احاطہ تحریر میں لانا از بسکہ مشکل ہے۔ آسمانوں کے تہ بہ تہ کا اندازہ لگایئے تو انسانی عقل اس میدان میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ اجرام فلکی کے دوائر پر غور کیجئے۔ تو رُوس کے مصنوعی چاندوں کی قلعی کھل جاتی ہے۔ تاثیرات فلکیہ۔ گردش شمس و قمر ان کے منازل ان کے طلوع و غروب کا نہایت خوش اسلوبی سے مرتب و منظم سلسلہ۔ ستاروں کا قرب و بُعد۔ اجرام فلکی کا جذب باہم۔ ہر وقت گردش اور ایک دوسرے سے طلوع و غروب میں وقت کی پابندی۔ اللہ اللہ اگر لاکھوں افلاطون۔ کروڑوں جالینوس اور اربوں علم ہیئت و سائنس کے ماہرین اربوں سالوں تک مساعی پیہم سے اس نظام بے بدل پر اور اس کے خواص و نتائج پر غور کرتے رہیں تو پھر بھی اسحاق نیوٹن کی طرح سر ندامت جھکا کر اعتراف کریں گے۔ کہ ہماری مثال تو اُن بچوں کی سی ہے جو کسی بحر ذخار کے کنارے سیپ اکٹھے کر رہے ہوں اور سمندر کی سطح آب سے لے کر آخری تہ تک بالکل نابلد ہوں

حیوانات کی زندگی پر نظر غائر ڈالئے۔ بعض چار پائے۔ بعض دو پائے۔ بعض ہزار پائے۔ کوئی گھروں میں کوئی جنگلوں میں کوئی بلوں میں۔ کوئی ڈربوں میں کوئی پنجروں میں کوئی گھونسلوں میں۔ کوئی اناج پر گزران کرنے والے۔ کسی کی زندگی کا گوشت پر انحصار۔ کوئی چارہ کھا کر پیٹ بھرنے والے کوئی پھلوں پر بسر اوقات کرنے والے۔ غرض کہ چرند و پرند بے شمار تعداد میں جُدا جُدا لباس میں۔ علیحدہ بولیوں والے اور جبلّی عادات میں مختلف امزجہ و طبائع میں ایک دوسرے سے متفاوت۔ بعض میں انکساری و انقیاد کا مادہ۔ بعض میں سرکشی اور سرتابی کا جذبہ۔ بعض بہت زیادہ فرمانبردار و ملنسار۔ بعض میں ڈرنا اور بدکنا۔ بعض کی فطرت میں شرارت اور بعض کی جبلت میں معصومیت اور سادگی در بعض کے رنگ اور شکل و شباہت میں ہیبت۔ بعض کی صورت میں بے پناہ حُسن و دلربائی۔ بعض نوع انسان کے دوست اور بعض دشمن۔ الغرض اس کائنات ارض و سما کے جس گوشہ پر نظر ڈالئے حیرت ہی بڑھتی جائے گی۔ اور اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ کہ اس نظام کا چلانے والا ضرور کوئی ہے اور وہی رب السموات والارض و ما بینھما ہے۔

شہد کی مکھی کتنا حقیر سا پرندہ ہے آیئے ساری کائنات کے حکماء اور طب جدید کے ماہرین کو ایک مرکز پر اکٹھا کر لیجئے دس ہزار روپیہ فی کس کے حساب سے روزینہ مقرر کیجئے اور تقریباً نصف صدی وقت کی مہلت دیجئے اور کہئے کہ حضرات آپ سب مل شہد کا ایک قطرہ تیار کر دیں۔ بھلا آپ خود ہی انصاف فرمائیں یہ شہد کا قطرہ جس کی تیاری کے لئے پروردگار عالم نے ایک حقیر جانور کو مختص کر رکھا ہے۔ اور پھر اس کے ننھے سے معصوم دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ القا ہوتا ہے کہ جس کو قرآن عزیز نے وحی کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ خدائے حکیم ہی جانے کہ اپنی اس ننھی سی مخلوق کو اُس نے کون کون سے حواس۔ آلات اور کون کون سی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہ جن کی بدولت پھولوں سے پھلوں سے۔ کونپلوں سے پتوں سے اور پانی سے مٹھاس اور شفا کے جوہروں کو اخذ کرتی ہے اور پھر محفوظ طریقے سے چھتے کے نازک نازک گھروں میں لا کر انڈیلتی ہے۔ اب دیکھئے یہ رنگ برنگ کا شربت ہزاروں سعادتوں اور برکتوں کا مرکب تیار ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک نے اس کی تیاری اور مکھی کے عمل کو جس لطیف پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ صاحب ذوق کے لئے اس میں وجدانی انوار کی ایک دنیا آباد ہے۔

اور اسی طرح دُودھ کی بناوٹ پر قرآن حکیم کا تبصرہ قلب سلیم کے لئے معرفت کردگار کے لاکھوں اسباق کا حامل ہے عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے کہ الٰہی! گوبر اور خون کے درمیان سے فلٹر ہو کر دودھ سا صاف خوش نما ذائقہ سیال مادہ تھنوں کے راستے تو ہی ظاہر کر سکتا ہے۔ نہ سفیدی میں فرق نہ بو میں قباحت نہ مٹھاس میں کمی بیشی۔ ہمیں تو جان و دل سے تسلیم ہے۔ کہ تو ہی ہر چیز کو ایک مقررہ شدہ اندازے سے پیدا کرتا ہے۔

آیئے! زمین اور آسمان کے داناؤں کو اکٹھا کیجئے۔ آیئے! آج کی فرصت میں جنّات اور ملائکہ عظام کو بھی اس محفل میں مدعو کر لیجئے اور پھر اُن سب سے کہئے کہ وہ سارے کے سارے باہم سر جوڑ کر انگور کا ایک دانہ۔ ایک آبدار موتی دُودھ کا ایک قطرہ یا ایک مکھی یا اس سے بھی کوئی حقیر جانور جو اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہو۔ پیدا کریں۔ مگر انسانی تاریخ کا ورق ورق چھان ماریں۔ یہ کام نہ کسی سے ہُوا اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ افسوس! وہ انسانی خرد جو اپنے چکر سے تا زیست رہائی حاصل نہ کر سکے۔ جس کا عمل قوتِ شنوائی اور قوت بینائی کی طرح ایک خاص دائرے تک محدود ہو۔ اس کی بنی ہوئی چیزوں کے متعلق سارے حضری و بدوی جاہل و عالم حیرت میں مستغرق ہوں۔ مگر صانع حقیقی کی ہر صنعت جس کا کروڑواں حصہ بھی تمام مخلوقات کی باہمی کوشش سے بھی پورا نہ ہو سکے۔ اس کو عامیانہ نگاہوں سے دیکھا جائے۔ وہ محققین علوم جدیدہ جن کو ابھی تک یہ بھی خبر

نہیں ہے کہ جگنو میں روشنی کہاں سے آتی ہے۔ اور پھر اس میں حرارت کیوں نہیں اُن کی نو ایجادات پر ہماری حیرت و استعجاب کی ساری پونجی قربان۔ مگر حکیم مطلق کی پُر اسرار صناعیوں کو عام چیزوں سے تعبیر کیا جائے۔

برین عقل و دانش بباید گریست

قرآن حکیم نے ہم انسانوں کو ہمارے جسم کی بناوٹ پر غور و خوض کرنے کی بھی دعوت دی ہے۔ ہم اس موقعہ پر تشریح الابدان کا باب کھول کر حکیمانہ موشگافیوں میں منہمک نہیں ہوں گے۔ بلکہ صرف چند چیزیں از راہِ تذکرہ تکمیل مضمون کے لئے ہدیہ ناظرین کریں گے۔

یہ متحرک بالارادہ حیوان ناطق (انسان) جسم اور روح کے امتزاج کا نام ہے قادرِ مطلق نے اس کو جس طرح حواس ظاہری عطا فرمائے ہیں۔ اسی طرح پانچ حواس باطنی سے بھی نوازا ہے۔ حِسِّ مشترک حِسِّ خیال۔ متخیلہ۔ وہم اور حافظہ۔ یہ پانچوں حواس اپنے اپنے کام میں ہر وقت محو عمل رہتے ہیں۔ ہم ان حواس کی تشریح و توضیح بھی نہیں کریں گے کیونکہ یہ چیز بھی ہمارے مضمون کی لطافت کے منافی ہوگی۔ اور ساتھ ہی ہم یہ بھی عرض کر دیں کہ ہم روح کی واردات اور اس کے جذبات و محرکات کا صوفیانہ انداز میں بیان بھی نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ چیزیں بھی مضمون کو لازماً بوجھل کر دیں گی۔ ہاں چند ایک عام امور پر ضرور مختصراً نظر ڈالی جائے گی اور اس قسط کو ختم کیا جائے گا۔

انسانی پیدائش کے متعلق خالقِ ارض و سما نے بڑی وضاحت سے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔ نطفے سے لے کر عالم کلولت تک کے سارے منازل اور پھر سکرات موت کی ہچکیوں تک کو بھی پیش کیا ہے۔ یہ تشریحی مضامین تفسیروں میں عام پائے جاتے ہیں۔ نطفہ سے مضغہ۔ علقہ اور پھر رُوح کا داخل کرنا۔ اور رحم کی تاریکیوں میں گوشت کے لوتھڑے کو بوٹیاں دینا پھر ہڈیاں۔ ناخن۔ بال۔ گوشت پوست اور باقی اعضا کا مناسب نظام۔ خون کی غذا۔ اور بالآخر سمیعاً بصیراً کی منزل تک لے جانا۔ فقط پروردگار عالم کی قدرت کاملہ کا ہی کام ہے۔ انسان کی ہوش و خرد کی کیا مجال کہ اس بحر ناپیدا کنار میں قدم بھی رکھ سکے۔ اب پیدائش کے بعد تمام اعضا و قویٰ کی بالترتیب پرورش بالیدگی۔ فہم و شعور میں اضافہ۔ قوتِ فکر و عمل کے ظہورات۔ غرضکہ حیات انسانی کی داستان جس میں حزن و ملال۔ عیش و نشاط۔ کامرانی و ناکامی۔ عقل و جہل۔ ایجاد و انکشاف۔ کشف و کرامت۔ طغیانی و بے دینی۔ حلم و حیا۔ قہر و جبر۔ خدمتِ خلق کا جذبہ۔ عفو و کرم اور باقی ہزاروں طرح کی متضاد جسمانی اور روحانی کیفیات کی ہر لحہ آمد و رفت شامل ہے۔ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا خالق اپنی ہر خوبی میں بے نظیر اور اپنی ہر صنعت میں یکتا و بے مثال ہے۔

دیکھئے ہمارے سامنے صبح و شام کھانا آتا ہے۔ قوّت باصرہ کا ڈاکٹر اس کھانے پر نظر ڈالتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کھانے میں کوئی کیڑا مکوڑا ہو۔ پانی کی آمیزش زیادہ ہو۔ یا رنگت میں کچا پن پایا جاتا ہو۔ بہر ظاہری عیوب و نقائص کی دیکھ بھال کے بعد دماغ کے حکم سے ہاتھ کا کارندہ آگے بڑھتا ہے۔ تاکہ کھانے کی مناسب مقدار کو کھانے کے عام ڈھیر سے علیحدہ کرکے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ لپیٹ کر منہ تک لائے۔ اس جگہ پر خدا تعالےٰ نے ہاتھ کو قوتِ لامسہ کی نعمت سے بہرہ وافر عطا فرما رکھا ہے۔ لہذا ہاتھ کھانے کو چھو کر فوراً فیصلہ دیتا ہے کہ کھانا زیادہ گرم ہے یا سرد ہے۔ اب قوت لامسہ کا ڈاکٹر جب قوت باصرہ کی طرح لقمے کو کھانے کے قابل سمجھتا ہے تو ہاتھ اس کو مُنہ تک لاتا ہے۔ ابھی لقمہ مُنہ کے باہر ہی ہوتا ہے کہ قوّت شامہ کا ڈاکٹر پکار کر کہتا ہے کہ کھانا بدبودار ہے۔ لہذا اس کو پھینک دیا جائے۔ اور اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ قوّتِ شامّہ کا ڈاکٹر بھی لقمہ کو بے ضرر ثابت کرتا ہے۔ اور لقمہ مُنہ میں پہنچ جاتا ہے۔ مُنہ میں حکیم مطلق نے قوّتِ ذائقہ کا دانا لقمان بٹھا رکھا ہے۔ وہ ٹسٹ کرتا ہے۔ کہ لقمہ کہیں زیادہ نمکین یا زیادہ شیریں نہ ہو۔ کیونکہ ان چیزوں کی زیادتی و کمی سوء ہضمی کا باعث بنتی ہے۔ جب ہر لحاظ سے قوّتِ ذائقہ اس کو قبول کر لیتی ہے۔ تو فوراً دانت اس کو چبانے لگتے ہیں۔ لعاب دہن اس کو نرم کرنے میں مدد دیتا ہے اب لقمے میں اگر کوئی حصّہ ہڈی یا کنکر کا سب ڈاکٹروں کی تفتیش سے اوجھل رہ کر مُنہ میں داخل ہو گیا ہو۔ تو دانتوں کے کارندے اُس کو دم زدن میں باہر پھینک دیتے ہیں۔ اب دانت لقمے کو صاف کرکے اس حد تک پیس دیتے ہیں کہ معدہ کو انہضام کے وقت زیادہ محنت نہ کرنی پڑے۔ اب وہ پسا ہوا لُقمہ حلق سے نیچے اُتر کر معدے کی راہ لیتا ہے۔ اندر لے جانے والی طاقت کو حُکم ہوتا ہے کہ لُقمے کو نہایت آہستگی سے اندر لے جائیے۔ اب بعض دفعہ معدہ نگلے ہوئے لقمے کو قے کی شکل میں باہر پھینک دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی مکھی وغیرہ لقمہ کی لپیٹ میں آئی ہوئی ہوتی ہے۔ جس کو معدے کا ڈاکٹر ہرگز قبول نہیں کرتا۔ حالانکہ تمام سابقہ ڈاکٹر اس کو معلوم کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں اب اندازہ کیجئے کہ ایک لقمے کے ٹسٹ کے لیے خالقِ دو جہان نے کتنی قوتوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے مصروف عمل رہیں۔ اور اگر ہم مذکورہ بالا قوٰی کی تلاش میں نکلیں تو بینائی کا بلب۔ گویائی کا پُرزہ۔ قوّتِ لامسہ کی سوئیں۔ شامہ اور ذائقہ کی نشستگاہیں قیامت تک بھی نہیں ڈھونڈ سکتے۔ یہ نظام قدرت ہے۔ یہاں عقل ہرزہ کار کے آلات کُند ہو کر رہ جاتے ہیں اور سوائے اپنی بے بضاعتی کے اعترافات کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

نوٹ:۔ انشاء اللہ تعالےٰ تیسری قسط میں انبیاء کرام کے معجزات پر ایک نظر ڈالی جائے گی۔ اور روس کے مصنوعی چاندوں کا خوارق سے موازنہ پیش کیا جائے گا۔

فرمودۂ اقبال

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

مقدمہ تدوینِ حدیث از مولانا سید سلیمان ندوی رح

عربوں کا حافظہ فطرتاً نہایت قوی تھا۔ وہ سینکڑوں شعر کے قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ فطرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قوت سے جس قدر کام لیا جائے اُسی قدر زیادہ اُس کو ترقی ہوتی ہے۔ صحابہؓ اور تابعین نے قوتِ حفظ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ وہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو اس طرح زبانی سُن کر یاد رکھتے تھے۔ جیسے آج مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہیں۔ ایک ایک محدث کئی کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثیں زبانی یاد کرتا تھا اور یاد رکھتا تھا۔ گو بعد میں لوگ اپنی یاد داشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے۔ مگر جب تک وُہ زبانی یاد نہ رکھتے۔ اہل علم کی نگاہوں میں اُن کی عزت نہ ہوتی تھی۔ اور وہ خود اپنی تحریری یاد داشتوں کو عیب کی طرح چھپاتے تھے۔ تاکہ لوگ ایسا نہ سمجھیں کہ ان کو یہ چیزیں یاد نہیں ہیں۔

بعض اورینٹل سکالرز اور بعض پڑھے لکھے مشنریوں نے جن میں سب سے آگے سرولیم میور اور گولڈ زیہر ہیں اس بنا پر کہ روایات نبوی کی تحریر و تدوین کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۹۰ برس بعد شروع ہوا اُن کی صحت اور وثوق میں شک پیدا کرنا چاہا ہے۔ سو یہ بات غلط ہے۔ اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے علاوہ اور کسی چیز کو کتاب کی صورت میں رکھنے کی ممانعت فرما دی تھی اور حکم دیا کہ قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو۔ لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ اور یہ اس لئے تھا۔ کہ عام لوگوں کو قرآن اور غیر قرآن میں باہمی التباس نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب قرآن مسلمانوں میں پوری طرح محفوظ ہوگیا تو آخر میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کو احادیث کی تحریر کی اجازت دے دی۔ اس پر بھی اکثر صحابہؓ ان کو قید تحریر میں لانے سے اخیر دم تک احتیاط برتتے رہے۔

۲۔ صحابہ کو ڈر تھا کہ وقائع کے تحریری صورت میں آ جانے کے بعد لوگوں کو پھر اُن کے ساتھ وہ اعتنا توجہ اور مشغولیت باقی نہیں رہے گی۔ اور لوگ تحریری مجموعہ کے موجود رہنے کے سبب سے ان کے حفظ اور زبانی یاد رکھنے کی محنت سے جی چرائیں گے۔ یہ ڈر بالکل صحیح ثابت ہُوا۔ چنانچہ جیسے جیسے سفینوں کا علم بڑھتا گیا۔ سینوں کا علم گھٹتا گیا۔ نیز اسی سلسلہ میں ان کو یہ بھی خیال تھا کہ ہر کس و ناکس کتاب کے مجموعہ کو ہاتھ میں لے کر عالم بننے کا دعوےٰ کر بیٹھے گا۔ چنانچہ یہی ہُوا

۳۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ ابھی تک عرب میں کسی واقعہ کو لکھ کر اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لوگ اس کو اپنی کمزوری کا اعلان خیال کرتے تھے۔ اس لئے کوئی چیز تحریر بھی کر لیتے تو اس کو چھپائے رکھتے تھے۔

محدثین کا خیال تھا کہ زبانی یاد داشت تحریری یاد داشت سے زیادہ محفوظ صورت ہے۔ یاد داشت کو دوسروں کے تصرف سے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔ ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ کوئی اس میں کمی بیشی نہ کر دے۔ مگر جو نقوش دلوں کی لوحوں پر کندہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل ممکن نہیں۔

یہ قطعاً غلط ہے کہ سو برس یا نوّے برس تک وقائع و اقوال نبوی کا دفتر صرف زبانی روایتوں تک محدود رہا۔ اس غلط فہمی کا اصلی سبب یہ ہے۔ کہ احادیث و اخبار نبویؐ کی پہلی کتاب امام مالک کی مؤطا اور مغازی و سیرت میں ابن اسحاق کی کتاب المغازی سمجھی جاتی ہے۔ یہ دونوں بزرگوار ہمعصر تھے۔ اور ان کی وفات بہ ترتیب سنہ ۱۷۹ھ و سنہ ۱۵۱ھ میں ہوئی۔ اس لئے اخبار و سیر کی سب سے پہلی تدوین کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا اوائل سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے احادیث و اخبار کی تدوین کا سراغ لگتا ہے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز رح نے سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ وہ خود بڑے عالم تھے۔ مدینہ کے امیر بھی رہ چکے تھے۔ سنہ ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے انہوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم جو حدیث و خبر کے بڑے امام تھے۔ فرمان بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن و اخبار کی تحریر و تدوین کا کام شروع کر دو۔ کیونکہ مجھے رفتہ رفتہ علم کے گم ہو جانے کا ڈر ہو رہا ہے۔ یہ واقعہ تعلیقات بخاری مؤطا اور مسند دارمی وغیرہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ اس فرمان کی تعمیل کی گئی۔ اور اخبار و احادیث و سنن دفاتر میں لکھ کر دارالخلافہ میں آئے اور ان کی نقلیں تمام ممالک اسلامیہ کے مرکزی شہروں میں بھیجی گئیں۔ ابوبکر بن محمد بن حزم کا انتخاب اس کام کے لئے اس لئے ہوا کہ وہ خود امام تھے۔ مدینۃ العلم مدینہ منورہ میں قاضی وقت تھے۔ لیکن اس کے علاوہ اس لئے بھی یہ انتخاب موزوں تھا۔ کہ ان کی خالہ عمرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی سب سے بڑی شاگرد تھیں۔ اور ان کی روایتیں جو حضرت عائشہ رض سے تھیں۔ ان کا سرمایہ ابوبکر بن حزم کے پاس پہلے سے جمع تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو خاص عمرہ کی روایتوں کی تدوین کے متعلق بھی حکم دیا تھا۔

تبصرہ۔ ہدایت الشیعہ

ضخامت ۳۲ صفحات کاغذ کتابت اور طباعت بہتر۔ قیمت ۴ر۔ ملنے کا پتہ الکتاب۔ ۱۸۷ سرکلر روڈ۔ چوک انارکلی لاہور

اس کتابچہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح کے ایک مکتوب گرامی کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت مجدد رح نے شیخین رض اور دیگر صحابہ کرامؓ کے متعلق اہل سنت والجماعت کے مسلک کو مدلل طریقے سے ثابت فرمایا ہے تعصب کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر اس کتابچہ کو پڑھنے والا ان حضرات کے متعلق کبھی زبانِ طعن نہیں کھول سکتا۔ مسلمانوں کو ناشر کتاب کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

"مدیر"

شیخ الاسلامؒ کی تجہیز و تکفین کے حالات

جناب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم کی زبانی

شیخ الاسلام والمسلمین، اسیر فرنگ، بطل حریت اور حسینِ زمانہ سیدنا و مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کی وفات حسرت آیات سے کون سا دل ہے جو مغموم نہیں، کون سی روح ہے جو مجروح نہیں، کون سا ذہن ہے جو پریشان خاطر نہیں اور کون سا جگر ہے جو پاش پاش نہیں ہوا۔ اپنے تو درد سے تڑپے مگر دوسرے بھی اس قومی اور ملی نقصانِ عظیم کی تاب نہ لا کر بے اختیار پکار اٹھے:۔

"آہ! مولٰنا حسین احمدؒ مدنی"

حالات گواہ ہیں کہ حضرت مدنی کی وفات پر ہر فرقہ، ہر مذہب اور ہر سیاسی و سماجی پارٹی کے مقتدر لیڈروں اور پیشواؤں نے جس درد و خلوص سے حضرت اقدس کی ذات کو خراج عقیدت و تحسین پیش کیا ہے وہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

ہندوستان کے باشندوں کو تو حضرتِ مدنی کی سفرِ آخرت کے وقت آخری زیارت کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوئی یا کم از کم صحیح حالات تجہیز و تکفین معلوم کر لینے میں کوئی دقت پیش نہ آئی لیکن باشندگانِ پاکستان بلاشبہ اپنی شدید مجبوریوں کے باعث ان ہر دو نعمتوں سے محروم ہی رہے۔ اب تک یہ ہر شخص کے دل کی آواز ہے کہ کاش! اس قدسی صفات ہستی کے متعلق بیماری، وفات اور تجہیز و تکفین کے ہی صحیح حالات معلوم ہو جائیں۔

ہم ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی کے تین مکاتیب عالیہ نقل کرتے ہیں جو ہر اس مجروح دل کے لئے مرہم ثابت ہوتے ہیں، جو حضرت مدنیؒ کی یاد سے، اس حادثۂ فاجعہ سے مغموم و مضطر ہے۔ یہ مکاتیب حضرتؒ کی علالت، وفات اور تجہیز و تکفین پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔

یہ مکاتیب عالیہ شیخ العارفین حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری دامت برکاتہم کے ہمشیر زادے جناب مولانا عبدالجلیل صاحب کے نام موصول ہوئے اور ان سے حضرت مولٰنا السید حامد میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ بیرون لوہاری دروازہ لاہور نے حاصل کئے اور راقم الحروف کو انکی نقول بغرض اشاعت عنایت فرمائیں۔

واضح رہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وصال کی خبر پاتے ہی دیوبند پہنچ گئے اور پھر تمام آخری رسوم میں برابر کے شریک رہے غسل میں بھی آپ شریک تھے اور نماز جنازہ بھی حضرت شیخ الحدیث نے خود ہی پڑھائی۔ لہٰذا آپ سے زیادہ اور کس کی روایات ثقہ اور کون حالات مستند بہم پہنچا سکتا ہے

مکاتیب یہ ہیں:۔

مکتوب نمبر ۱

عزیز گرامی قدر عافاکم اللہ!　　　اشفاق۔ کرشن نگر۔ لاہور

حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کی طبیعت یکشنبہ کے روز سے روز افزوں صحت کے ساتھ چل رہی تھی کہ جمعرات کی شام کو دارالحدیث میں سبق کے درمیان ایک شخص نے جا کر کہا کہ دیوبند کے ٹیلیفون سے حادثۂ جانکاہ کی خبر آئی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس دن طبیعت اور بھی بہتر تھی، دوپہر کو زنانہ مکان کے صحن میں کھانا کھانے کیلئے بلا سہارے خود ہی تشریف لے گئے لیکن کھانے کے درمیان اہلیہ کو صبر علی المصائب پر نصائح فرماتے رہے۔ اس سے قبل صبح کے وقت مولوی اسعد و ارشد کو بھی اتفاق اور آپس کے بہترین تعلقات پر نصائح فرمائی تھیں۔ کھانے سے فراغ پر پون بجے کے قریب سونے کے لئے لیٹے سب بے فکر تھے۔ طبیعت اس دن بہت ہی اچھی تھی۔ ایک دو مرتبہ اہلیہ نے جا کر دیکھا بھی، تو گویا آرام سے سو رہے تھے لیکن خلافِ معمول جب ۲½ بجے تک نماز کے لئے خود نہ جاگے تو جگانے کے لئے اہلیہ نے ہاتھ پاؤں ہلائے، مگر نہایت بارد معلوم ہوئے فوراً مولوی اسعد کو بلایا۔ انہوں نے اول حکیم کو پھر ڈاکٹر کو بلایا۔ حکیم کے آنے کے وقت حیات کے کچھ آثار باقی تھے۔ ڈاکٹر نے آ کر غور و خوض کے بعد دیکھ کر کہا کہ "کچھ نہیں رہا۔"

اِنّا للہِ وَ اِنّا الیہِ راجعون

شب کو ۱۲½ بجے جنازہ کی نماز اور تین بجے تدفین عمل میں آئی۔ غسل اور تکفین میں یہ ناکارہ بھی شریک تھا۔ اس قدر انوار کی کثرت چہرہ پر تھی اور ایسا معصوم تبسم دیکھ کر رشک آتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہ مراتبِ علیا زیادہ سے زیادہ نصیب فرمائے!

حادثہ کی خبر بجلی کی طرح معمولی دیہات میں بھی ایسی پہنچی کہ سن کر تعجب ہوتا ہے۔ باوجود شدید سردی کے تمام رات چاروں طرف سے مجمع ٹڈی دل ٹوٹ رہا تھا۔

(دستخط حضرت مولانا)
۱۴-ج-۱-۱۳۷۷ھ

مکتوب نمبر ۲

(بقیہ از کارڈ اول)

سنا ہے کہ منگل اور بدھ کی درمیانی شب میں مغرب کے بعد کچھ کرب زیادہ محسوس ہوا تو کسی نے دریافت کیا کہ "کچھ تکلیف زیادہ ہو رہی ہے؟" فرمایا کہ اس کی بے چینی ہے کہ ساری عمر یوں ہی ضائع ہو گئی، کچھ کیا ہی نہیں۔ اب تھوڑا سا وقت باقی ہے۔ یہ بھی یوں ہی ضائع ہو رہا ہے۔" ایسے فقروں کو سن کر تم ہی سوچو۔ جن نالائقوں کو کچھ کرنے کی ہوا ہی نہ لگی ہو، ان پر کیا گزرتی ہو گی؟

دستخط مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ
۱۴-ج-۱-۱۳۷۷ھ

مکتوب نمبر ۳

حضرت اقدس مدنیؒ کے بعد سے تعزیت والوں کا اس قدر ہجوم ہے کہ حد نہیں۔ حضرت مدنیؒ کے وصال کی کیفیت تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ چہرہ پر انوار کا اس قدر شدید زور تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ کفن کی سفیدی اور چہرہ کی سفیدی بالکل یکساں تھی۔ یہ کیفیت دفن تک رہی۔ تبسم کے آثار بھی بہت ہی نمایاں تھے۔ خدا کرے کہ سابقہ دونوں کارڈ پہنچ گئے ہوں۔ (دستخط حضرت مولٰنا) ۱۹-ج-۱-۱۳۷۷ھ

ذکرِ الٰہی

ازجناب محمد شفیع عمر الدین صاحب حیدر آباد

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خُدامُ الدّین ۱۰ جنوری ۱۹۵۸ء)

(۲۱)

یادِ الٰہی کرنے والوں کا تمسخر اُڑانا

جن بدنصیبوں کے اعمال صالح کا پلّہ ہلکا ہوگا۔ تو وہی یہ لوگ ہوں گے۔ جنھوں نے اپنا نقصان کیا۔ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے"۔ دیکھیں سورہ المومنون آیت ۱۰۳)

"اُن کے مونہوں کو آگ جھُلس دیگی اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے"۔ (ایضاً آیت ۱۰۴)

بقول حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ "جلتے جلتے بدن سوج جاوے گا نیچے کا ہونٹ ناف تک اور اوپر کا کھوپری تک۔ زباں گھسیٹتی زمین میں۔ لوگ اس کو روندتے"۔

ان دوزخیوں کو ان کا گناہ بایں الفاظ یاد دلائے گا۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ (ایضاً آیت ۱۰۵)

"کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ اور ہم گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں۔ تو بے شک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو۔ اور (وَلَا تُكَلِّمُونِ) مجھ سے نہ بولو۔ (ایضاً آیات ۱۰۷، ۱۰۸)

اب دوزخیوں کو شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک بڑا گناہ پیش کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ۔

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝ المؤمنون۔ ع ۶ - پ ۱۸)۔ ترجمہ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا۔ جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بڑا رحم کرنے والا ہے۔ سو تم نے اُن کی ہنسی اُڑائی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی۔ اور تم اُن سے ہنسی کرتے رہے۔ (حضرت مولانا احمد علی صاحب)

بقول ابن کثیرؒ۔ "وہ اللہ تعالےٰ کے محبوب بندوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ ان کی دُعاؤں پر دل لگی کرتے تھے۔ مومن اپنے رب سے بخشش و رحمت طلب کرتے۔ اے ارحم الراحمین کہہ کہہ پکارتے تھے۔ یہ ان کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ ان کے ساتھ (محبت کے بجائے) بغض رکھتے تھے۔ (ان کے نقش قدم پر چل کر ذکرِ الٰہی کرنے کے بجائے) ذکر الٰہی چھوڑ بیٹھتے تھے۔ اور ان کی عبادات اور دُعاؤں پر تمسخر کرتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں ان صالحین بندگانِ خدا کی یہ حالت تھی کہ وہ ان تمسخر کرنے والوں کے ساتھ ہرگز اُلجھتے نہ تھے۔ صبر کا دامن نہ چھوڑتے تھے۔ دیکھے کو اَن دیکھا اور سُنے کو اَن سُنا جان کر چُپ چاپ احکام الٰہی کے مطابق فرائض عبودیت کی ادائیگی میں مشاغل رہتے تھے۔

اور صبر کے بدلہ انہیں یہ ملا۔

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ (المومنون آیت ۱۱۱)

آج میں نے انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

بقول حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ "بیچارے مسلمانوں نے تمہاری بد زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا۔ آج دیکھتے ہو تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا؟ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ ہر طرح کامیاب اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں"۔

ہمیں متنبہ ہو جانا چاہیئے اور کبھی بھی دینی شعار اور عبادات کا مذاق نہ اُڑانا چاہیئے۔ انہیں ہلکا جان کر نظر انداز ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ عبادت اور ذکر الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ قرآن مجید کی وعیدوں سے خائف و لرزاں رہنا چاہیئے۔ ارشاد باری تعالےٰ

وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (سورۃ الجاثیہ۔ آیت ۹) ترجمہ "اور جب ہماری آیتوں سے کسی کو سُن لیتا ہے۔ تو اس کی ہنسی اُڑاتا ہے۔ ایسوں کے لئے ذلّت کا عذاب ہے"۔

ہماری تنبیہہ کے لئے کافی ہے۔

حدیث۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا۔ آپؐ کے ساتھ جتنے اصحابؓ تھے۔ سب نے سجدہ کیا۔ لیکن ایک شخص نے سجدہ نہ کیا۔ بلکہ ایک مٹھی کنکریاں اُٹھا کر پیشانی سے لگا لیں اور کہنے لگا۔ میرے لئے یہی کافی ہے لیکن بعد کو میں نے اس کو دیکھا۔ کہ حالت کفر میں مارا گیا۔ (بخاری شریف پ ۱۵ باب مکہ میں رسول اللہؐ اور صحابہؓ نے مشرکوں کے ہاتھوں کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں)

ابن کثیرؒ میں ہے کہ یہ شخص امیّہ بن خلف تھا یا بروایت دیگر عتبہ بن ربیعہ تھا۔ کم بخت اللہ کے حضور میں نہ جھُکا۔ دینی شعار تمسخر اڑایا اور دوزخ کا ایندھن بنا۔

ہمیں ہر سُنت نبویؐ پر بصد شوق و رغبت عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ ہر شرعی حکم کی بڑی قدر کرنی چاہیئے۔ اس کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ تاکہ غضب الٰہی سے بچ سکیں۔

مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو حقیر جانتے ان کو ذلیل کرنے اور ان کا مذاق اُڑانے سے منع فرما دیا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ (الحجرات رکوع ۲) (اے ایمان والو کوئی جماعت دوسری جماعت سے مسخرہ پن نہ کرے۔

حدیث۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نہ تو اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ جھگڑا کر۔ اور نہ مذاق کر۔ اور نہ ایسا وعدہ کر جسے تو پورا نہ کر سکے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی۔ باب مزاح)

حضرت مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ

باقی صفحہ ۱۹ پر

الفقہ

از جناب جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

علم فقہ کیا چیز ہے؟ اس کے سمجھنے میں قصداً یا بلا قصد بہت لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کچھ فاسد غرض والے لوگوں نے تحریرات و تقریرات اور باہمی گفتگوؤں میں عام سیدھے سادے مسلمانوں کو یہ کہہ کہ کر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ فقہ حضرات فقہا کی رایوں اجتہادوں۔ اور عقلی قیاسات کا نتیجہ ہے۔ جس کا صاف یہ نتیجہ نکل آتا ہے کہ پھر یہ دین نہیں۔ بلکہ محض وقتی تقاضاؤں کی ایک عقلی تشکیل ہے۔ زمانہ بدلا۔ رنگ بدلا۔ قوم بدلی۔ ملک بدلا۔ حالات نے کروٹ لی۔ ضروریات و ایجادات اور عالمی تعلقات نے نئے تقاضے پیدا کر دیئے۔ نئی نئی ضرورتیں سامنے آ گئیں۔ نیا ماحول۔ نئی امنگ۔ نئی شاہراہ ترقی اور نت نئے کاروبار رونما ہو گئے۔ اس لئے اب نیا فقہ نیا اجتہاد۔ نیا قانون اور نئی قانون ساز مجلسیں بننی ضروری ہیں، پرانے ماحول کے تقاضوں کے مطابق عقلی تجویزات کا اب دَور دَورہ ایک فضول حرکت ہے۔ ترقی سے محرومی۔ عالمی خیالات و رجحانات سے ناواقفی اور جدید ترقیات کی شاہراہوں سے گمشدگی کی دلیل ہے۔

نعروں کے اس چکر میں اچھے خاصے پڑھے لکھے ہوشمند، بیدار مغز مبتلا نظر آنے لگے۔ لیکن افسوس اس کا ہے کہ کسی ایک اللہ کے بندے کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اتنا تو سوچ لے کہ آخر سوا ہزار سال سے ساری امت جس کو دین قرار دے رہی ہے وہ سب لوگ دیوانے۔ بے عقل۔ گمراہ۔ بدنفس بد دین اور دھوکہ باز تو نہ تھے کہ غیر دین کو دین قرار دیتے۔ اور قرناً قرن اس پر چلے آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر القرون قرن مبارک سے قرب رکھنے والے برکات نبوت سے بقدر قرب زمان حصہ پانے والے صحابہ و تابعین سے فیض پانے والے ان کو دیکھ دیکھ کر دین سیکھنے اور کامل دیندار بننے والے کیا آج کل کے چودھویں صدی کے ماحول کے پروردہ لوگوں، یورپ کی آغوش تربیت میں ہوش سنبھالنے والوں اور کافروں کی غلامی کی جڑیں دلوں میں پیوست کر لینے والوں سے کوئی نسبت رکھتے تھے۔ کیا ممکن ہے کہ وہ ان غلطیوں اور گمراہیوں میں آنکھیں بند کئے چلے آئے ہوں۔ اور صرف آج کے لوگوں کی آنکھیں یورپ کے سرمہ اور ولائتی عینک سے کھل کھل گئی ہیں۔ کیا وہ گمراہ ہو سکتے ہیں۔ یا یہ کیا وہ دھوکہ باز قرار پا سکتے ہیں یا یہ، کیا وہ بے دینی کو دین بتانے والے اور عمل میں لانیوالے ہو سکتے ہیں۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ لوگ اور اچھے اچھے بیدار مغز لوگ اس دام فریب کا شکار ہو ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھئے یہ بنیاد ہی بالکل غلط ہے جس پر ان طوماران کا محل تیار کیا گیا ہے۔ کہ فقہ کسی شخص کی عقلی تجویزات کا نام یا مجتہدین کی رایوں کا مجموعہ یا وقتی تقاضوں پر فلاح و بہبود کے لئے انسانی تشکیلات ہیں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو پھر یہ دین نہیں۔ دین پر بلکہ خدا و رسولؐ پر تہمت کا شدید ترین ناقابل معافی جرم ہوتا۔ دین صرف دین الٰہی ہوتا ہے جو صرف خدائی قانون اور وہی معبود برحق ہے۔ کسی بھی انسان کی عقلی تجویز دین نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ تو انسانیت کی زبردست توہین کا ایک گناہ ہے۔ کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے۔ سب اس کے کام میں آ سکنے والے ہیں۔ اور یہ کسی کے لئے نہیں۔ یہ صرف خدا کے لئے ہے۔ انسان انسان برابر۔ جس طرح انسان کو دوسری کسی مخلوق کا غلام بنا دینا جرم اور انسانیت کی توہین ہے۔ اس طرح سب انسانوں کو کسی ایک یا کئی انسانوں کی عقل کا غلام بنا دینا انسانیت کی توہین ہے اسی جرم میں مسلمانوں کے سوا سارے ممالک اور سب اقوام مبتلا ہیں۔ یہ فخر صرف مسلمانوں کو حاصل ہے کہ وہ انسانیت کو اس کی عظمت پر برقرار رکھ کر اس کو صرف اس کے خالق و معبود کے لئے سرِ خم قرار دیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الاعلان فرمایا۔ لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف احق بالمسح۔ ترجمہ اگر دین رایوں پر ہوتا تو چمڑے کے موضع کے نیچے کا حصہ مسح کئے جانے کا حقدار ہوتا۔

قرآن شریف کے اعلانات مثلاً اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (حکم و قانون صرف خدا کا ہی ہے) جو صاف بتا رہے ہیں۔ کہ کسی کی رائے قانون حکم یا دین کا مسئلہ نہیں بن سکتی۔ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات ہی وہ ذات جس کے ساتھ حکم کرنے میں بھی کوئی شریک نہیں ٹھہر سکتا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج میں نے تمہارے واسطے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) اور قرآن شریف کو تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (ہر دینی بات کا کھرا بیان فرمایا ہے) کسی اور چیز کو دین ماننا۔ دین کی تکمیل اور ہر ہر دینی ضرورت کا کھرا بیان ما[...] کی مخالفت ہے۔ اب اس کے بعد کسی کی [...] رائے اور عقل سے کیا واسطہ۔ لیکن لوگ تبیان اور بیان کے فرق کو نظر انداز ک[...] بیٹھتے ہیں۔ اور عربیت کے مسلمہ قاعدہ [...] نہیں جانتے یا بھول جاتے ہیں۔ کہ کثر[ت] لفظ کثرت معنی کی دلیل ہے۔ قرآن [...] دینی بات کا کھرا بیان ہے۔ اس کی گہرا[ئی] میں ہر بات مل مل جاتی ہے۔ مگر نظر [...] کا فرق رہے گا۔ اس لئے اس کی گ[...] کو واضح کرنے والا ایک برگزیدہ نبی [...] تھا۔ جس کی شان میں (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِ[تَابَ]) (اور اُن کو اللہ کی کتاب سکھاتے تھے) فرمایا اور اُن پر قرآن شریف کے نزو[ل] کی وجہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ (تاکہ آپ قرآ[ن] شریف کو لوگوں سے واضح کر کے بیا[ن کر] دیں۔ بیان فرمائی۔ اس لئے تشریحات نبویہ جو بحکم قرآن خود قرآن اور احـ[کام] الٰہی کی توضیحات ہیں۔ خواہ کسی کی [...] اس سے قاصر ہو یا نہ ہو۔ دین کا ا[...] مدار ہیں۔ پھر قرآن و حدیث کے [...] ہیں کئی احتمال ہوں تو جس پر آ[...] متحد و متفق ہوگی۔ وہ راہ مسلمین [...] وہی مفہوم صحیح اور متعین ہوگا۔ وَيَتَّ[بِعْ] غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور راہ مسلمی[ن ...]

غیر کا اتباع کرے گا۔ اس کے لئے جہنم کی سزا فرمائی ہے۔ یہ اجماع اُمت چونکہ قرآن و حدیث کا ایک مفہوم ہے۔ عین دین ہے۔ اس کے بعد اگر قرآن و حدیث میں کسی چیز کا حکم آیا ہے اور دوسری کوئی چیز اس چیز کے مشابہ ہے۔ اس کے جیسی بات اس میں موجود ہے۔ اس کو بھی پہلی چیز کی طرح قرآن و حدیث کے حکم کے تحت داخل کرنا بھی دین ہوگا۔ اور اس کے لئے بھی وہی قرآن و حدیث کا حکم حکم قرار پائے گا۔ یہ ہے فَاعْتَبِرُوْا (عبرت لو) یعنی جہاں حکم کی وجہ پائی جائے۔ اس کو حکم کے تحت قرار دو۔ اسی کو شرعی قیاس یا اجتہاد مجتہد کہتے ہیں۔ یہ مجتہد کی رائے یا اس کی عقلی تجویز و تشکیل نہیں ہوتی بلکہ قرآن و حدیث کے حکم کا بیان ہوتا ہے۔ کہ جہاں وہ بعض چیزوں پر صاف شامل ہیں۔ وہیں یہ چیز بھی ان کے ہم اوصاف ہونے کی وجہ سے ان میں داخل اور اسی قرآن و حدیث میں آ رہی ہے۔

قرآن شریف میں ہے لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (ماں باپ کو اُف نہ کہو) جہاں جس بات کی صاف ممانعت حرام ہے۔ وہ لفظ اُف کہنا ہے۔ اب والدین کو گالی کا لفظ کہنا۔ کوئی اور توہین آمیز لفظ کہنا۔ مارپیٹ کرنا وغیرہ بھی حرام ہے یا نہیں تو اس ممانعت کے حکم کی وجہ اذیت ہے۔ چونکہ ان سب برے لفظوں اور مارپیٹ میں بھی اذیت ہے۔ اس لئے ان سب کو بھی اُف کے حکم میں داخل کرنا اور منع و حرام ہونے کا حکم لگانا ہے۔ اس کو بعض قیاس شرعی اور بعض دلالۃ النص بھی کہتے ہیں تو یہ حرام ہونے کا حکم کلام الٰہی کا ہی حکم ہے۔ کسی نے اپنی رائے سے حکم نہیں لگایا ہے۔ کوئی تجویز نہیں کی ہے۔ وحی کے لفظ کا اس کو عام و شامل ہونا بنایا ہے اس کو عقلی تجویز کہنا بالکل غلط اور دھوکہ دہی ہوگی۔ یہ تو حکم الٰہی اور قرآن کے مفہوم میں داخل ہے۔ بالکل دین ہے۔

قرآن مجید کی وحی الٰہی سے تشریح احادیث تر جیح اجماع اور تعمیم اجتہاد و مجتہد کے ذریعہ جو جو احکام اور قوانین معلوم ہوئے ہیں ان کو فقہ کہا جاتا ہے یا یہ کہئے کہ حدیث و اجماع و اجتہاد کی اعانت کے ساتھ وحی الٰہی کے صحیح مفہوم و معنی کی تحقیقات فقہ ہے۔ لہٰذا فقہ کلام الٰہی کے صحیح و تحقیقی مفہومات ہیں۔ یہی صحیح دین ہے یہی صحیح مقصود وحی ہے۔ اسی پر دین و دنیا کی کامیابی کا مدار ہے۔ اس سے روگردانی کرنا دین صحیح سے محروم ہونا اور غلطیوں یا غلط فہمیوں کا شکار ہونا ہے۔ اسلام قیامت تک کا دین ہے۔ قرآن مجید اُخروی اور تمام الٰہی قانون کی میزان کل ہے۔ قانون قطعاً مکمل نازل فرمایا گیا ہے۔ دین و دنیا کے ہر معاملہ کا قانونی حل اس کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائیں عطا فرمائے۔ ان فقہائے کرام کو جنہوں نے کلام الٰہی کی تمام گہرائیوں کو اس کے بتائے ہوئے طریقوں تشریحات نبویہ ترجیحات اجماعیہ اور تعمیمات اجتہادیہ کی مدد سے مکمل تحقیق کر کے ہمارے لئے عمدہ محل تیار کر دیا ہے۔ اس سے فائدہ نہ اُٹھانا محرومی ناشکری اور غلطی ہے۔ ایسے عمدہ محل کو چھوڑ کر وہ شخص جس کو نہ اینٹ پتھر میسر نہ سیمنٹ چونہ سرخی حاصل نہ انجینیری سے آگاہ۔ نہ کام سے واقف۔ اگر جھونپڑا تیار بھی کرے گا۔ تو خود سوچ لیجئے۔ کہ اس کی حیثیت اس کے سامنے کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے فرعونی دماغ میں اس جھونپڑے کو عالی شان محل سے عمدہ ہی سمجھتا رہے تو ایک بارش کا طوفان یا ایک سیلاب کا ریلا یا آندھی کا ایک جھونکا یا ایک دیا سلائی اس کی ترکی تمام کھو سکتی ہے اور یہ اصل فرعونی تخیل کام نہیں آ سکتا۔ پس فقہ ہی صحیح خدائی قانون ہو سکتا ہے اور بس۔

ننگ اسلاف

یا

رنگ اسلاف

غظمت نفهمی تلمیذ مدنی جھنگ صدر

رنگ اسلاف حضرت مدنی مرحوم کی وفات کے سبب مسلمانان عالم محض ایک عالم ہی سے محروم نہیں ہوئے بلکہ ایک ایسے مجاہد میدان اور کوہ استقامت سے محروم ہو گئے جس کے ثبات و عزیمت کا بدل آج کسی شخصیت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

یہ صدمۂ عظیم صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچا جو حضرت کے ساتھ تلمذ، توسّل، عقیدت مندی، یا سیاسی ہمنوائی میں سے کسی قسم کا رابطہ پہلے سے رکھتے ہیں بلکہ اس غم میں پاکستان کا ہر ہر باشندہ بہ حیثیت پاکستانی ہونے کے شریک ہے اس لئے کہ پاکستان کا وجود ہی سراسر آزادیٔ ہند کی جدوجہد کا ایک ثانوی نتیجہ ہے اور مدنی مرحوم اس جنگ آزادی میں صف اول کے مجاہد تھے باقی یہ ہمارا اپنا ظرف تھا کہ ہم نے پورا ہندوستان لینے کے بجائے صرف اس کے ایک گوشہ پر قناعت کر لی یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ہم سمندر کے کنارے پہنچ کر سمندر کی موجوں سے صرف دو چلو بھر کر خوش ہو گئے۔ حالانکہ سمندر تو ہمیں دریا کے دریا بخشنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے

تنگیٔ ظرف ملتا ہے یہاں پیمانۂ وسعت غم
ہر دم غم جس میں سے اُترتا ہے چھلکنے کا امتحانہ

مجاہد مدنی ؒ کے دو ہی نعرے تھے "برطانیہ مردہ باد"۔ اور اس کے بعد "اسلام زندہ باد"۔ جن میں سے پہلے نعرے کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی ہی میں کامیاب فرما دیا لیکن دوسرے نعرے کی کامیابی ابھی باقی ہے۔ اب دیکھئے کہ اس کی کامیابی کا سہرا کس کے سر بندھتا ہے؟ البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ مدنی مرحوم کی وفات پر تعزیتیں بھیجنے والو! مدنی مشن کا بوجھ اب آپ کے کاندھوں پر آ پڑا ہے۔

عزم و استقلال دو ہی وراثتیں ہیں جو مجاہد مدنی نے ہمارے لئے چھوڑی ہیں۔ اس ورثہ کے حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

اگرچہ آج ہم سے مدنی کے چشم و ابرو چھین لئے گئے ہیں لیکن اُن کے اشارات چشم و ابرو زندۂ جاوید ہیں جو ہر ہر قدم پر سمت سفر متعین کرنے میں ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔

ذکر مدنی پائندہ باد!

بچوں کا صفحہ

ماں کیساتھ بُرا سلوک کرنے کا انجام

از ماسٹر قاضی عبدالحفیظ مبارک پوری کالونی مڈل سکول رحیم یار خاں

پیارے بچو! حدیث شریف میں ایک سچا واقعہ آیا ہے کہ ایک صحابی تھے جو ماں کی اطاعت و فرمان برداری نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بیوی کی خدمت کرتے تھے۔ جو کچھ اُن کی بیوی کہتی، وہی کچھ کرتے اور ماں کی خدمت کرنے کی بجائے اسے بُرا بھلا کہتے۔ ماں اپنے بیٹے سے بہت خفا و نالاں ہو گئی۔

چنانچہ ایک دفعہ وہ صحابی بیمار ہو گیا۔ اس کی بیماری بڑھتی گئی۔ کوئی افاقہ و آرام نہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ قریب المرگ ہو گیا۔ اب نزع کی حالت ہے۔ غشی اور بے ہوشی طاری ہے۔ اب نہ رُوح نکلتی ہے نہ جاں بحق ہوتا ہے۔ سخت عذاب میں مبتلا ہے اور چلّا رہا ہے۔ جب کافی دیر گزر گئی، تو لوگ حضور مقبولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ! ایک صحابی ہے اور قریب المرگ ہے مگر رُوح نہیں نکلتی، وہ موت کی گھڑیاں گن رہا ہے، سخت تکلیف میں ہے، مگر رُوح نکلنے میں نہیں آتی۔ دُعا فرمائیے کہ وہ جلدی جان بحق ہو جائے۔" آپ نے فرمایا "جاؤ، اور اس کے گھر جاکر پوچھو کہ اس نے اپنی ماں کی نافرمانی تو نہیں کی؟"

انہوں نے گھر جاکر اس کی ماں سے پوچھا کہ کیا اس نے تیری نافرمانی کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! یہ میری خدمت نہیں کرتا تھا، میری نافرمانی کرتا تھا۔ اور بیوی کی خدمت کیا کرتا تھا۔ میں اسے تا دمِ زیست نہیں بخشوں گی۔"

لوگوں نے جاکر حضور کریمؐ سے اس کی ماں کا جواب عرض کیا تو حضور کریمؐ نے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرو۔ جب لکڑیاں اکٹھی ہو گئیں تو فرمایا "اس کو جلاؤ"۔ اس کی ماں بھی موجود تھی۔ جب اس نے جلانے کا لفظ سنا تو اس کو رحم و ترس آ گیا۔ اس کے موم دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے جلایا جائے چنانچہ اس نے کہا کہ "میں نے بخش دیا اور معاف کیا۔ یہ الفاظ منہ سے نکلنے تھے کہ وہ صحابی جاں بحق ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عزیز بچو! اس واقعہ سے سبق لو۔ والدین کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو ان کی اطاعت و تابعداری کرو۔ قرآن مجید نے تو اتنا کہا ہے کہ اُف تک بھی نہ کہو حضور کریمؐ فرماتے ہیں کہ "ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔" یعنی ان کی اطاعت و فرمانبرداری تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

آخر میں دست بدُعا ہوں کہ اے ربّ العزت! بچوں کو حضرت اسمٰعیلؑ جیسی فرماں برداری دے اے پروردگار! حضرت عبدالقادرؒ جیسے بیٹے پیدا کر! جو اطاعت شعاری کا سبق دیں! اے لم یزل! وہ عرب والی مائیں پیدا کر! جن کے بچوں کے کانوں میں یہ لوریاں اور گیت گونجیں کہ بچہ! اگر زندہ رہے تو غازی بن کر زندہ رہے اگر مرے تو جام شہادت پی کر مرے ——!

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

حصّہ ناجائز درآمد و برآمد یعنی سمگلنگ میں مصروف ہو گیا۔ اگر ایک دفعہ ہم نے سیلاب کے پانی کو اپنے وسائل سے نہ روکا۔ اور غیر مُلکی امداد سے نقصان کا مداوا کیا تو قدرت بھی ہمارے خلاف ہو گئی۔ اور ہر سال سیلاب آنے لگے اور ہم جھانک جھانک کر پیشہ ور گداگروں کی طرح دُوسروں کے ہاتھوں کی طرف تکنے لگے۔ خیر۔ دیر آید درست آید۔ اب بھی اگر ہم "اپنی مدد آپ کرو" کے اصُول کو اپنا لیں تو کافی غلطیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

اس میں حکومت اور عوام دونوں کو یکساں کوشش کرنی چاہیئے۔ ایک کی کوشش دُوسرے کی کوشش کے بغیر کامیابی کی بہت کم اُمید ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ دونوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ ذکر الٰہی صفحہ ۱۶ سے آگے

فرماتے ہیں۔

"آزاد مرد آنست کہ از رنجانیدن کسے نرنجد و جوانمرد آں باشد کہ مستحق رنجانیدن را نرنجاند" (نفحات الانس جامی)

ترجمہ۔ آزاد مرد (اللہ والا) وُہ ہے جو دوسروں کی ایذارسانی پر رنجیدہ خاطر نہ ہو اور جوانمرد وُہ ہے کہ جسے اسے رنج پہنچانے کا حق حاصل ہو۔ اُسے بھی دُکھ نہ پہنچائے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ "فرمانِ اللہ را گرامی دار تا او ترا گرامی دارد" (نفحات الانس)

(یعنے اللہ تعالےٰ کے حکموں کی قدر کرو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ تمہاری قدر کریں)

ہمیں لوگوں کی باتوں سے آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ اور ذکر الٰہی میں لگے رہنا چاہیئے۔

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "لوگوں کے بُرا بھلا کہنے سے آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ جو چیزیں لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر وہ آپ میں نہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ کیا بڑی نعمت ہے کہ لوگ کسی کو بُرا جانیں اور حقیقت میں وہ نیک ہو (ہاں) اگر اس کے برعکس کوئی بات ہو (یعنی بدکار کو لوگ نیکوکار تصور کریں) تو خطرے کا مقام ہے" (السلام از مکتوب ۱۴۹ دفتر اوّل)۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

نیک باشی و بدت گوید خلق
بہ کہ بد باشی و نیکت بینند

(یعنے تو نیک ہو اور لوگ تجھے بد کہیں۔ یہ اس سے اچھا ہے۔ کہ تو بدکار ہو اور وہ تجھے نیک سمجھیں)۔

(باقی دارد)

رجسٹرڈ ایل نمبر 6047
قیمت ۲ر
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبدالمنان چوہان
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۳-۴۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک
سالانہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور ایڈیٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔